مرثیۂ غالب

مع شرح

مشکل الفاظ کے معنی۔ اشعار کا عام فہم ترجمہ۔ تلمیحات و دیگر اشارات پر مختصر نوٹ

از

کالا سنگھ بیدی عرف رامجیداس

بی۔ اے۔ منشی فاضل۔ ادیب فاضل۔ گیانی۔ او۔ ٹی (سپیشل سرٹیفکٹ) لکچرار ان
پرشین و اُردو۔ ڈی۔ اے۔ وی ہائر سکینڈری سکول نئی دہلی

ایس۔ گرگ اینڈ کمپنی

پبلشرز اینڈ بکسیلرز نئی سڑک دہلی

(مطبوعہ دلی پرنٹنگ ورکس دہلی)

حالی

(۱۸۳۷ء تا ۱۹۱۴ء)

خواجہ الطاف حسین حالی پانی پت کے رہنے والے تھے۔ آپ انصاریوں کے معزز خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ ان کے باپ کی طرف سے سلسلہ ملک علی سے جا ملتا ہے جو کہ بہت بڑے بزرگ تھے اور غیاث الدین بلبن کے زمانے میں ہندوستان میں تشریف لائے۔ انھیں ایک جاگیر پانی پت کے پاس ہی گاؤں میں ملی۔ وہ پانی پت کے قاضی مقرر ہوئے۔ حالی کے والد بزرگ خواجہ ایزد بخش مفلسی کی زندگی گذارتے تھے۔ جب حالی نو برس کے ہوئے۔ تو ان کے والد اس دنیا سے رحلت فرما گئے۔

اب ان کی تعلیم اور تربیت آپ کے بڑے بھائی اور بہن نے اپنے ذمے لی۔ پہلے حالی نے قرآن مجید حفظ کیا۔ اس کے بعد فارسی سید جعفر علی میر ممنون دہلی کے بھانجے سے پڑھی اور عربی ابراہیم انصاری سے پڑھی۔ ابھی آپ ۱۷ سال کے تھے۔ درسی علوم کو ختم نہیں کیا تھا۔ کہ ان کی شادی ان کی مرضی کے خلاف کر دی گئی۔ لیکن انھیں پڑھنے کا بہت شوق تھا۔ اس لیے ۱۸۵۴ء میں علم حاصل کرنے کی غرض سے دہلی بھاگ آئے۔ تقریباً ڈیڑھ سال تک مولوی نوازش علی سے عربی پڑھتے رہے۔ لیکن ان کے رشتہ داروں نے بہت ہی زور لگایا اور آپ پانی پت واپس چلے گئے۔ ۱۸۵۶ء میں حصار میں ملازم ہو گئے۔ لیکن ۱۸۵۷ء میں غدر ہو گیا۔ آپ واپس آ گئے۔ تقریباً چار پانچ سال پانی پت رہے اور خوب کتابوں کا مطالعہ کیا۔ بعد ازاں شیفتہ خاں

رئیس جہانگیر آباد ضلع بلند شہر کے مصاحب بنے۔ نواب صاحب ایک اچھے پایہ کے شاعر تھے۔ بعض لوگوں کا خیال ہے۔ کہ حالی اُن سے اصلاح بھی لیتے تھے۔ حالی خود بھی لکھتے ہیں۔ کہ میں نے نواب صاحب سے کافی فائدہ حاصل کیا ؂

حالی سخن میں شیفتہؔ سے مستفیض ہوں
شاگرد میرزا کا۔ مقلد ہوں میر کا

حالی ان کے پاس تقریباً ۸ سال رہے۔ نواب صاحب کے بیٹے کے اتالیق بھی تھے۔ جب نواب کا انتقال ہو گیا۔ تو حالی لاہور میں گورنمنٹ بکڈپو میں انگریزی سے اُردو میں ترجمہ کی ہوئی کتابوں کی عبارت درست کرنے پر ملازم ہو گئے۔ وہاں انگریزی تہذیب کا اثر اُن پر بہت ہوا اور اُنھوں نے اُردو شاعری کی اصلاح کا ارادہ کیا۔ چار سال لاہور رہے۔ بعد ازاں دہلی کے عربیک سکول میں ملازم ہو گئے۔ دہلی میں سر سید احمد خاں سے مُلاقات ہوئی۔ اُن کی فرمائش سے مسدّس حالی لکھی۔ حیدر آباد گورنمنٹ سے ۱۰۰ روپیہ پنشن مقرر ہو گئے۔ تو حالی نے نوکری چھوڑ دی اور تصنیف اور تالیف کا شغل اختیار کیا۔ ۱۹۰۴ء میں تعلیمی خدمات کے صلے میں شمس العلما کا خطاب ملا۔ آخر ۷۰ برس کی عمر میں ۱۹۱۴ء میں فوت ہوئے ؛

حالی ایک خلیق اور ملنسار محبِ وطن تھے۔ ان کا دل دنیا کے جاہ و جلال سے پاک اور صاف تھا۔ قوم کو اُبھارنے کے لئے ہر وقت کوشاں رہتے تھے۔ جب دہلی میں بھاگ آئے۔ تو اپنا کلام میرزا غالب کو دکھاتے تھے۔ میرزا غالب اُن کا کلام دیکھ کر بہت خوش ہوتے تھے ؛

حالی کی منظوم تصانیف مندرجہ ذیل ہیں :۔

۱۔ مثنویاں ۲۔ مسدس حالی ۳۔ شکوۂ ہند ۴۔ کلیات حالی مع مقدمہ شعر و شاعری ۵۔ مناجات بیوہ اور چپ کی داد ۶۔ مراثی غالب، حکیم محمود خاں و تباہی دہلی ۷۔ مجموعہ نظم حالی ۸۔ مجموعہ نظم فارسی ۔

خصوصیات کلام حالی کا کلام زبان اور خیالات کے لحاظ سے سادہ۔ نیچر کی پیروی اور مبالغہ اور اغراق سے بہت بچتے ہیں۔ صنائع اور بدائع بہت کم پائے جاتے ہیں۔ آخر زمانہ کا کلام فلسفیانہ خیال سے پُر اور عمیق ہے ۔

نقائص کلام حالی عروض اور صحت الفاظ و محاورات کا خیال نہیں رکھتے اور انگریزی کے الفاظ کثرت سے استعمال کرتے ہیں ۔

میرزا غالب

(ماخوذ از آبِ حیات و تاریخ نظم و نثر اردو)

آپ کا نام میرزا اسد اللہ خاں تھا۔ غالب و اسد تخلص کرتے تھے۔ شروع شروع میں اسد تخلص کرتے تھے۔ کہتے ہیں کہ جھجر میں ایک معمولی سا شاعر تھا۔ جو کہ اپنا تخلص اسد کرتا تھا۔ ایک کسی شخص نے غالب کے سامنے اُس شاعر کا مقطع پڑھا ؎

اسد تم نے بنائی یہ غزل خوب — ارے او شیر رحمت ہے خدا کی

یہ سن کر غالب کا جی اس تخلص سے بیزار ہوگیا اور بعد ازاں غالب تخلص اختیار کر لیا۔

آپ آگرہ میں پیدا ہوئے۔ آپ کے خاندان کا سلسلہ افراسیاب بادشاہ توران سے ملتا ہے۔ جب اس خاندان کی بدبختی آئی۔ تو سپاہ گری پیشہ اختیار کیا۔ دوبارہ پھر نصیبہ اُلٹا۔ کہ اسی خاندان میں سلجوقی خاندان کی بنیاد قائم ہوگئی پھر جو نصیب نے رُکھ پلٹا۔ تو سمرقند میں دوسرے شرفا کی طرح سلجوقی شہزادوں کو بھی گھر بیٹھنا پڑا۔

میرزا صاحب کے دادا نے اپنا اصلی وطن چھوڑا اور شاہ عالم کے دربار میں دہلی پہنچے اور معمولی سی جاگیر کے ساتھ بادشاہ کے دربار میں عزت پائی۔ پہاسو کا ایک پرگنہ رسالے کی تنخواہ کے لئے مقرر ہوگیا۔ شاہ عالم کے بعد خانہ جنگی شروع ہوگئی اور وہ جاگیر بھی ہاتھ سے جاتی رہی۔

ان کے والد عبداللہ بیگ خاں آصف الدولہ نواب لکھنؤ کے دربار میں

پہنچے۔ کچھ مدت کے بعد نواب حیدرآباد کی سرکار میں ملازم رہے۔ پھر وہاں سے الور میں راجہ بختاور سنگھ کے دربار میں رسائی پیدا کی۔ یہاں کسی لڑائی میں مارے گئے۔ اس وقت میرزا غالب کی عمر صرف پانچ سال کی تھی ؂

میرزا کے چچا نصر اللہ بیگ خاں مرہٹوں کی طرف سے اکبرآباد کے صوبدار تھے۔ جنرل لیک کی عہد حکومت میں نصر اللہ بیگ چار سو سوار کے افسر مقرر ہوئے اور سونک سون جاگیر کے طور پر ملی ؂

باپ کے مرنے کے بعد میرزا کی پرورش چچا کے ذمہ تھی۔ خدا کی قدرت کہ وہ مرگ ناگہانی سے فوت ہو گئے اور رسالہ برطرف کر دیا۔ جاگیر ضبط ہو گئی۔ اس چچا کی لاکھوں کی جائداد بیکار ہو گئی۔ میرزا صاحب کو اس واسطے غریبانہ زندگی بسر کرنی پڑی ؂

چودہ برس کی عمر تھی۔ جب آپ کی ملاقات ایک ہرمز نامی پارسی سے ہوئی میرزا لگاتار دو سال تک اس سے زبان فارسی سیکھتے رہے۔ کہتے ہیں کہ میرزا نے اسی پارسی کی صحبت کی برکت سے صحیح اور بامحاورہ فارسی بولنے اور لکھنے کی مشق کی ؂

میرزا کو مجبور ہو کر کلکتہ جانا پڑا۔ مگر وہاں سے بھی ناکام واپس آنا پڑا اور مفلسی میں دن گذارنے شروع کیے۔ مگر طبیعت وہ شگفتہ تھی کہ دل پر ذرا میل نہ آتا تھا۔ ہمیشہ ہنس کھیل کر دن گذارتے تھے۔ ایک جگہ فرماتے ہیں ؎

مے سے غرض نشاط ہے کس روسیاہ کو
یک گونہ بے خودی مجھے دن رات چاہیے

جب دلی تباہ ہو گئی۔ تو مرزا کو رامپور جانا پڑا۔ نواب رامپور آپ کے ساتھ بہت محبت کرتے تھے۔ ناظم تخلص کرتے تھے۔ کبھی کبھی کوئی غزل لکھ کر مرزا

کے پاس اصلاح کے لئے بھیج دیتے تھے۔ میرزا اصلاح دے کر واپس غزل بھیج دیتے تھے۔ نواب رام پور آپ کی خدمت میں روپے بھی گذران کے لئے بھیج دیتے تھے ÷

نواب موصوف نے ۱۸۵۹ء سے سَو روپیہ مہینہ باندھ دیا اور مرزا کو اپنے پاس بُلایا۔ میرزا گئے تو ضرور۔ مگر اُن کو دلّی نہ بھُولی۔ چند روز کے بعد رخصت لی اور دہلی واپس آگئے۔ کچھ مدّت کے بعد سرکاری پنشن بھی جاری ہوگئی تھی۔ پھر اچھی کٹنے لگ گئی ÷

آخر عمر میں بڑھاپے نے بہت ستایا۔ کانوں سے کچھ سُنائی نہ دیتا تھا۔ سارا دن لیٹے رہتے تھے۔ اگر کچھ کہنا ہوتا تو لکھ کر دیا جاتا اور یہ دیکھ کر جواب دیتے آخر ۷۳ برس کی عمر ۱۸۶۹ء میں اس جہان فانی سے انتقال فرمایا۔ مرنے سے چند دن پہلے یہ شعر فرمایا تھا ؎

آہ "غالب بمُرد"

اکثر یہی شعر پڑھتے رہتے تھے ÷

حق بات یہ ہے۔ کہ میرزا اہل ہند میں فارسی کے باکمال شاعر تھے۔ مگر انھوں نے علوم درسی کی تحصیل طالب علموں کی طرح سے نہیں کی اور یہ بڑے ہی فخر کی بات ہے۔ کہ آپ نے طبع خداداد سے وہ مشق بہم پہنچائی۔ کہ اہلِ زبان بھی آپ کے سامنے چُپ ہیں۔ آپ فکر کی بلند پروازی میں عرش بریں سے مضمون کے ستارے توڑ کر لاتے تھے۔ خیالات میں ایک نیا انداز اور الفاظ میں ایک نئی تراش اور ترکیب میں انوکھی روش پیدا کی۔ جا بجا آپ فرماتے ہیں۔ کہ زبان فارسی سے مجھے مناسبت ازلی ہے۔ ایک جگہ آپ فرماتے ہیں " دیباچہ اور خاتمہ میں جو کچھ لکھ آیا ہُوں سب سچ ہے کلام

کی حقیقت کی داد جُدا چاہتا ہُوں۔ نگارش لطافت سے خالی نہ ہوگی۔ علم دہُنر سے عاری ہُوں۔ لیکن پچپن برس سے محوِ سخن گذاری ہُوں۔ مبدِ فیاض کا مجھ پر احسان عظیم ہے۔ ماخذ میرا صحیح اور طبع میری سلیم ہے۔ فارسی کے ساتھ ایک مناسبت ازلی اور سرمدی لایا ہُوں۔ مطابق اہلِ پارس منطق کا مزہ بھی ابدی لایا ہُوں"

میرزا غالب نے اپنی تصویر ایک خط کے جواب میں یوں کھینچی ہے:۔

"بھائی تمہاری طرحداری کا ذکر میں نے مغل جاں سے سُنا تھا۔ جس زمانہ میں کہ وُہ حامد علی خاں کی نوکر تھی اور اُس میں مجھ میں بے تکلّفانہ ربط تھا تو اکثر مغل سے پہروں تک اختلاط ہوا کرتے تھے۔ اُس نے تمہارے شعر اپنی تعریف کے مجھ کو دکھائے۔ بہرحال تمہارا حلیہ دیکھ کر تمہارے کشیدہ قامت ہونے پر مجھ کو رشک نہ آیا۔ کہ میرا قد بھی درازی میں انگشت نما ہے تمہارے گندمی رنگ پر رشک نہ آیا۔ کس واسطے کہ جب میں جیتا تھا۔ تو میرا رنگ چمپئی تھا اور دیدہ ور لوگ اُس کی ستائش کیا کرتے تھے۔ اب جو کبھی مجھ کو وُہ اپنا رنگ یاد آتا ہے۔ تو چھاتی پر سانپ سا پھر جاتا ہے۔ ہاں مجھ کو رشک آیا اور مَیں نے خونِ جگر کھایا۔ تو اس بات پر کہ تمہاری داڑھی خوب گھنی ہُوئی ہے۔ وُہ مزے یاد آ گئے۔ کیا کہُوں جی پر کیا گذری ۔

جب داڑھی مونچھ میں بال سفید آ گئے۔ تیسرے دن چیونٹی کے انڈے گالوں پر نظر آنے لگے۔ اس سے بڑھ کر یہ ہُوا۔ کہ آگے دو دانت ٹوٹ گئے۔ ناچار مَیں نے مسی بھی چھوڑ دی اور داڑھی بھی۔ مگر یہ یاد رکھئے کہ اس بھونڈے شہر میں ایک وردی ہے۔ تمام مُلا۔ حافظ۔ بساطی۔ نیچہ بند۔ دھوبی۔ سقہ۔ بھٹیارہ۔ جولاہہ۔ کنجڑہ۔ منہ پر داڑھی سر پر بال۔ مَیں نے جس دن داڑھی رکھی۔ اُسی دن سر منڈایا۔" یہ ہے اُن کی تصویر اُن کے اپنے الفاظ میں۔ اس

سے پتہ چلتا ہے۔ کہ میرزا غالب اپنا انداز سب سے جُدا ہی رکھنا چاہتے تھے۔ لباس اُن کا اہلِ ولایت کا سا تھا۔ سر پر لمبی ٹوپی سیاہ پوستین کی ہُوئی تھی ؎

آپ ایک آزاد طبیعت لے کر آئے تھے۔ اپنی آزادی کو کبھی ہاتھ سے نہ دیتے تھے۔ ۱۸۴۲ء میں گورنمنٹ انگلشیہ کو دہلی کالج کا انتظام از سرِ نو منظور ہُوا۔ دہلی کالج میں ایک عربی اور فارسی کے پروفیسر کی ضرورت تھی۔ لوگوں نے مرزا غالب کا نام لیا۔ آپ کو بُلایا گیا جب آپ گئے۔ تو دفتر کے باہر پالکی سے اتر کر خبر کروائی۔ اور آپ وہیں باہر ہی انتظار کرتے رہے۔ خیال یہ تھا کہ صاحب سیکریٹری استقبال کے لئے تشریف لائیں گے۔ جب دیر ہوگئی۔ تو صاحب سیکریٹری نے جمعدار سے پُوچھا کہ میرزا غالب کیوں نہیں آئے۔ خبر پا کر باہر آئے اور میرزا سے کہا۔ کہ جب آپ دربار گورنری میں بہ حیثیت ریاست تشریف لائینگے تو آپ کی ویسے ہی تعظیم ہوگی۔ جیسے پہلے ہوتی آئی ہے۔ مگر اب چونکہ آپ نوکری کے لئے آئے ہیں۔ تو آپ کو ہی آنا پڑیگا ؎

غالب نے فرمایا۔ کہ مَیں تو گورنمنٹ کی نوکری کو باعث عزت سمجھتا تھا۔ مگر جب یہی معاملہ ہے۔ تو مَیں اپنے بزرگوں کے اعزاز کو نہیں کھوؤنگا۔ میرزا صاحب رُخصت ہو کر چلے آئے ؎

نواب الٰہی بخش خاں مرحوم کی صاحبزادی سے میرزا کی شادی ہوئی اور اُس وقت صِرف ۱۳ برس کی عُمر تھی۔ مگر افسوس فرزندان ظاہری کی طرف سے بے نصیب ہُوئے یعنی اولاد سے محرُوم رہے۔ ایک جگہ فرماتے ہیں ''سات بچے ہُوئے۔ مگر برس برس دن کے پس وپیش میں سب مُلکِ عدم کو چلے گئے''

میرزا کثیر الاحباب تھے۔ دوستوں سے دوستی کو ایسا نباہتے تھے کہ اپنوں

سے زیادہ اُن کی دوست پرستی خوش مزاجی ہر وقت ایک
دائرہ شرفا اَور رئیس زادوں کا ان کے گرد دکھاتی تھی - اِن ہی سے غم غلط ہوتا
تھا اَور اسی میں اُن کی زندگی تھی ؛

غالبؔ نہایت ملنسار اَور خلیق تھے - اپنے احباب کے ساتھ نہایت
وضعداری اَور محبت سے خط وکتابت کرتے تھے - اُن کے خطوط کا مجموعہ اُردوٗ
معلیٰ کے نام سے چھپا ہے - جو اُردوٗ ادب میں خاص حیثیت رکھتا ہے - مذہبی
تعصبات سے بالاتر تھے ؛

میرزا غم کو ہنسی کھیل میں ہی ٹال دیا کرتے تھے - ایک جگہ فرماتے ہیں
ے
رنج سے خوگر ہُوا انسان تو مِٹ جاتا ہے رنج
مشکلیں اتنی پڑیں مجھ پر - کہ آساں ہو گئیں

غالبؔ بحیثیت شاعر

میرزا کی شاعری کا مرتبہ بہت بلند ہے - وُہ
ایک وسیع النظر اَور کثیر المعلومات تھے - فارسی کے
ساتھ اُن کو خاص دلچسپی تھی - وُہ خود کہتے ہیں - کہ میری قابلیت کا اندازہ میرے
فارسی کلام سے لگانا چاہیئے - یوں اُن کی بارہ تیرہ تصانیف ہیں - لیکن
دیوان اُردو - اُردوئے معلیٰ - قاطع برہان اَور مہ نیمروز وغیرہ بہت مشہور ہیں -
فارسی شاعری میں اُن کا مقابلہ خسرؔو - بیدؔل - نظیرؔی - فیضؔی وغیرہ سے کیا جا
سکتا ہے ؛

غالبؔ کی شاعری کے تین دَور ہیں - دَور اوّل اس وقت سے شروع
ہوتا ہے - جب سے انھوں نے شعر کہنا شروع کیا - یہ دَور پچیس سال کی عمر
میں ختم ہو جاتا ہے - دیوان کو دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے - کہ اس میں میرزا
نے فارسی ترکیبوں کو بہت جگہ دی ہے اَور کلام مشکل نظر آتا ہے - تب ہی تو

آغا جان عیش نے کہا ہے

اگر اپنا کہا تم آپ ہی سمجھے تو کیا سمجھے　　مزا کہنے کا ہے جب ایک کہے اور دُوسرا سمجھے
کلام میرؔ سمجھے اور زبان میرزا سمجھے　　مگر ان کا کہا یہ آپ سمجھیں یا خُدا سمجھے

دُوسرے دَور میں غالبؔ کا کلام فارسی ترکیبوں اور نازک خیالیوں سے صاف ہو جاتا ہے۔ زبان صاف ہے۔ ان اشعار کو تھوڑا سا دماغ پر زور دینے سے سمجھا جا سکتا ہے اور سمجھنے کے بعد دل و دماغ کو ایک قسم کی مسرت حاصل ہوتی ہے +

تیسرا دَور میرزا کی شاعری کا ارتقائی دَور ہے۔ اِس دَور کے اشعار بہت ہی بلند پایہ کے ہیں +

غالبؔ کی شاعری کی خصوصیات یہ ہیں :۔

۱۔ جدّت پسندی۔ جیسے

غالبؔ بنو و شیوہ من قافیہ بندی　　ظلم ست کہ بر کلک و ورق میکنم امشب

۲۔ نظر فریب طرزِ تحریر سے

آتا ہے یاد داغ حسرتِ دل کا شمار یاد　　مجھ سے میرے گناہ کا حساب اے خدا نہ مانگ

ذاتی جذبات کا ادا کرنا سے

قیدِ حیات و بندِ غم اصل میں دونوں ایک ہیں
موت سے پہلے آدمی غم سے نجات پائے کیوں

۳۔ فلسفہ اور حقیقت سے

ہم موحّد ہیں ہمارا کیش ہے ترکِ رسُوم　　ملتیں جب مٹ گئیں اجزائے ایماں ہو گئیں

۴۔ جذبات نگاری سے

قیدِ حیات و بندِ غم اصل میں دونوں ایک ہیں

موت سے پہلے آدمی غم سے نجات پائے کیوں

میرزا بہت ہی شوخ طبع اور ظریف واقع ہوئے تھے ۔

۱۔ لطیفہ ۔ بہن بیمار تھیں ۔ عیادت کو گئے ۔ پوچھا کیا حال ہے ۔ وہ بولیں کہ مرتی ہوں ۔ قرض کی فکر ہے کہ گردن پر لئے جاتی ہوں ۔ آپ نے کہا کہ بوا! بھلا یہ کیا فکر ہے ۔ خدا کے یہاں کیا مفتی صدر الدین خاں بیٹھے ہیں ۔ جو ڈگری کرکے پکڑوا بلائیں گے ۔

۲۔ لطیفہ ۔ ایک دن میرزا کے شاگرد رشید نے آکر کہا ۔ حضرت آج میں امیر خسرو کی قبر پر گیا ۔ مزار پر کھرنی کا درخت ہے ۔ اُس کی کھرنیاں میں نے خوب کھائیں ۔ کھرنیوں کا کھانا تھا ۔ کہ گویا فصاحت و بلاغت کا دروازہ کھل گیا ۔ دیکھئے تو میں کیسا فصیح ہو گیا ہوں ۔ میرزا نے کہا ۔ ارے میاں تین کوس کیوں گئے ۔ میرے پچھواڑے کے پیپل کی پیپلیاں کیوں نہ کھائیں ۔ چودہ طبق روشن ہو جاتے ۔

مرثیہ مرزا غالب

کیا کہوں حالِ دردِ پنہانی — وقت کوتاہ قصّہ طُولانی ۱

بند ۱

عیشِ دُنیا سے ہو گیا دل سرد — دیکھ کر رنگِ عالمِ فانی ۲

کچھ نہیں جز طلسمِ خواب و خیال — گوشۂ فقر و بزمِ سُلطانی ۳

ہے سراسر فریبِ وہم و گمان — تاجِ فغفور و تختِ خاقانی ۴

بے حقیقت ہے شکلِ موجِ سراب — جامِ جمشید و راہ ریحانی ۵

لفظِ مہمل ہے نطقِ اعرابی — حرفِ باطل ہے عقلِ یُونانی ۶

ایک دھوکا ہے لحنِ داؤدی — اِک تماشہ ہے حُسنِ کنعانی ۷

نہ کروں تشنگی میں تر لبِ خشک — چشمۂ خضر کا ہو گر پانی ۸

لُوں نہ اک مُشتِ خاک کے بدلے — گر ملے خاتمِ سُلیمانی ۹

بحرِ ہستی بجز سراب نہیں
چشمۂ زندگی میں آب نہیں ۱۰

بند ۲

جس سے دنیا نے آشنائی کی — اُس سے آخر کو کج ادائی کی ۱

تجھ پہ پھُولے کوئی عبث اے عُمر — تُو نے جس سے بیوفائی کی ۲

ہے زمانہ وفا سے بیگانہ — ہاں قسم مجھ کو آشنائی کی ۳

یہ وُہ بے مہر ہے کہ ہے اسکی | صلح میں چاشنی لڑائی کی ۴
ہے یہاں حظ وصل سے محروم | جس کو طاقت نہ ہو جُدائی کی ۵
ہے یہاں حفظ وضع سے مایوس | جس کو عادت نہ ہو گدائی کی ۶
خندۂ گُل سے بے بقا تر ہے | شان ہو جس میں دلربائی کی ۷
جنس کاسد سے ناروا تر ہے | خوبیاں جس میں ہوں خدائی کی ۸
بات بگڑی رہی سہی افسوس | آج خاقانی و سنائی کی ۹

رشک عرفی و فخر طالب مُرد
۱۰
اسد اللہ خان غالب مُرد

بُلبلِ ہند مرگیا ہیہات | جس کی تھی بات بات میں اک بات ۱
نکتہ داں، نکتہ سنج، نکتہ شناس، | پاک دل، پاک ذات، پاک صفات ۲
شیخ اور بذلہ سنج شوخ مزاج | رند اور مرجعِ کرام و ثقات ۳
لاکھ مضموں اور اس کا ایک ٹھول | سو تکلف اور اُس کی سیدھی بات ۴
دل میں چھبتا تھا وہ اگر بہ مثل | دن کو کہتا دن اور رات کو رات ۵
ہوگیا نقش دل پہ جو لکھا، | قلم اُس کا تھا اور اُس کی بات ۶
تھیں تو دلی میں اسکی باتیں تھیں | لے چلیں اب وطن کو کیا سوغات ۷
اُس کے مرنے سے مرگئی دلی | خواجہ نوشہ تھا اور شہر برات ۸
یاں اگر بزم تھی تو اُس کی بزم | یاں اگر ذات تھی تو اُس کی ذات ۹

ایک روشن دماغ تھا نہ رہا
۱۰
شہر میں اک چراغ تھا نہ رہا ۔

دل کو باتیں جب اسکی یاد آئیں ۔ بند ۴ ۔ کس کی باتوں سے دل کو بہلائیں ۱
کس کو جا کر سنائیں شعر و غزل کس سے دادِ سخنوری پائیں ۲
مرثیہ اس کا لکھتے ہیں احباب کس سے اصلاح لیں کدھر جائیں ۳
پست مضموں ہے نوحۂ اُستاد کس طرح آسماں پہ پہنچائیں ۴
لوگ کچھ پوچھنے کو آئے ہیں اہلِ میت جنازہ ٹھہرائیں ۵
لائیں گے پھر کہاں سے غالبؔ کو سوئے مدفن ابھی نہ لے جائیں ۶
اسکو اگلوں پہ کیوں نہ دیں ترجیح اہل انصاف غور فرمائیں ۷
قدسی و صائب و اسیر و کلیم، لوگ جو چاہیں ان کو ٹھہرائیں ۸
ہم نے سب کا کلام دیکھا ہے ہے ادب شرط منہ نہ کھلوائیں ۹

غالبِ نکتہ داں سے کیا نسبت
۱۰
خاک کو آسماں سے کیا نسبت

نثر حسن و جمال کی صورت ۔ بند ۵ ۔ نظم غنج و دلال کی صورت ۱
تہنیت اک نشاط کی تصویر تعزیت اک ملال کی صورت ۲
قال اس کا وہ آئینہ جس میں نظر آتی تھی حال کی صورت ۳
اس کی توجیہ سے پکڑتی تھی شکل امکاں محال کی صورت ۴

اس کی تاویل سے بدلتی تھی — رنگ ہجراں وصال کی صورت ۵
لطف آغاز سے دکھاتا تھا — حسن اُس کا مآل کی صورت ۶
چشمِ دوراں سے آج چھپتی ہے — انوری و کمال کی صورت ۷
لوحِ امکاں سے آج مٹتی ہے — علم و فضل و کمال کی صورت ۸
دیکھ لو آج پھر نہ دیکھو گے — غالبِ بے مثال کی صورت ۹

اب نہ دُنیا میں آئینگے یہ لوگ
کہیں ڈھونڈے نہ پائینگے یہ لوگ ۱۰

شہر میں جو ہے سوگوار ہے آج — اپنا بیگانہ اشکبار ہے آج ۱
نازشِ خلق کا محل نہ رہا — رحلتِ فخرِ روزگار ہے آج ۲
تھا زمانے میں ایک رنگیں طبع — رخصتِ موسمِ بہار ہے آج ۳
بارِ احباب جو اُٹھاتا تھا — دوشِ احباب پر سوار ہے آج ۴
تھی ہر اک بات نیشتر جس کی — اس کی چپ سے جگر فگار ہے آج ۵
دل میں مدت سے تھی خلش جس کی — وہی برچھی جگر کے پار ہے آج ۶
دلِ مضطر کو کون دے تسکین — ماتمِ یارِ غمگسار ہے آج ۷
تلخیِ غم کہیں نہیں جاتی — جانِ شیریں بھی ناگوار ہے آج ۸
کس کو لاتے ہیں بہرِ مدفن کہ قبر — ہمہ تن چشمِ انتظار ہے آج ۹

غم سے بھرتا نہیں دلِ ناشاد ۱۰

کس سے خالی ہُوا جہان آباد

نقد معنی کا گنجداں نہ رہا — خوان مضموں کا میزباں نہ رہا ۱

ساتھ اُس کے گئی بہارِ سخن — اب کچھ اندیشۂ خزاں نہ رہا ۲

ہُوا ایک ایک کارواں سالار — کوئی سالارِ کارواں نہ رہا ۳

رونقِ حُسن تھا بیاں اُس کا — گرم بازارِ گل رُخاں نہ رہا ۴

عشق کا نام اس سے روشن تھا — قیس و فرہاد کا نشاں نہ رہا ۵

ہو چکیں حُسن و عشق کی باتیں — گل و بلبل کا ترجماں نہ رہا ۶

اہلِ ہند اب کرینگے کس پہ ناز — رشکِ شیراز و اصفہاں نہ رہا ۷

زندہ کیونکر رہے گا نامِ ملوک — بادشاہوں کا مدح خواں نہ رہا ۸

کوئی ویسا نظر نہیں آتا — وہ زمیں اور وہ آسماں نہ رہا ۹

اُٹھ گیا۔ تھا جو مایہ دارِ سخن
کس کو ٹھہرائیں اب مدارِ سخن ۱۰

کیا ہے جس میں وہ مردِ کار نہ تھا — اک زمانہ کہ سازگار نہ تھا ۱

شاعری کا کیا حق اُس نے ادا — پر کوئی اُس کا حق گزار نہ تھا ۲

بے صِلہ مدح و شعر بے تحسیں — سخن اُس کا کسی پہ بار نہ تھا ۳

نذرِ سائل تھی جان تک لیکن — درخورِ ہمت اقتدار نہ تھا ۴

ملک و دولت سے بہرہ ور نہ ہُوا — جان دینے پہ اختیار نہ تھا ۵

خاکساروں سے خاکساری تھی — سربلندوں سے انکسار نہ تھا ۶

لب پہ احباب کے بھی تھا نہ گلہ — دل میں اعدا سے بھی غبار نہ تھا ۷

بے ریائی تھی زہد کے بدلے — زہد اس کا اگر شعار نہ تھا ۸

ایسے پیدا کہاں ہیں مست خراب — ہم نے مانا کہ ہوشیار نہ تھا ۹

مظہر شان حسنِ فطرت تھا

معنیِ لفظ آدمیت تھا ۱۰

کچھ نہیں فرق باغ و زنداں میں — آج بلبل نہیں گلستاں میں ۱

شہر سارا بنا ہے بیتِ حزن — ایک یوسف نہیں جو کنعاں میں ۲

ملک اکثر ہوا ہے بے آئیں — اک فلاطوں نہیں جو یوناں میں ۳

ختم تھی اک زباں پہ شیریں بنی — ڈھونڈنے کیا ہو سیبِ رماں میں ۴

حصر تھی اک بیاں میں رنگینی — کیا دھرا ہے عقیق مرجاں میں ۵

لبِ جادو بیاں ہوا خاموش — گوشِ گل وا ہے کیوں گلستاں میں ۶

گوشِ معنی شنو ہوا بے کار — مرغ کیوں نعرہ زن ہے بستاں میں ۷

وہ گیا جس سے بزم روشن تھی — شمع جلتی ہے کیوں شبستاں میں ۸

نہ رہا جس سے تھا فروغِ نظر — سرمہ بنتا ہے کیوں صفاہاں میں ۹

ماہِ کامل میں آگئی ظلمت

آبِ حیواں پہ چھا گئی ظلمت ۱۰

ہند میں نام پائیگا اب کون ۔ سکہ اپنا بٹھائے گا اب کون ۱

ہم نے جانی ہے اس سے قدر سلف ۔ ان پہ ایمان لائے گا اب کون ۲

اس نے سب کو بھلا دیا دل سے ۔ اس کو دل سے بھلائے گا اب کون ۳

تھی کسی کی نہ جس میں گنجائش ۔ وہ جگہ دل میں پائے گا اب کون ۴

اس سے ملنے کو یاں ہم آئے تھے ۔ جا کے دلی سے آئے گا اب کون ۵

مر گیا قدردان فہم سخن، ۔ شعر ہم کو سنائے گا اب کون ۶

مر گیا تشنۂ مذاق کلام ۔ ہم کو گھر سے بلائے گا اب کون ۷

تھا بساطِ سخن میں شاطر ایک ۔ ہم کو چالیں بتائے گا اب کون ۸

شعر میں نا تمام ہے حالی ۔ غزل اس کی بنائے گا اب کون ۹

کم لنا فیہ من بکیٰ دعویل
دعتابِ مع الزمانِ طویل ۱۰

حالی

مرثیہ مرزا غالب

مرثیہ - مُردے کی تعریف میں نظم۔ مرزا (ف)، مذکر۔ امیرزادہ۔ شہزادہ مغلوں کا لقب
حمد - خدا کی تعریف۔ نعت - رسُول اللہ کی تعریف۔ منقبت ائمہ کبار و اصحابہ کرام
کی مدح۔ قصیدہ - کسی بڑے آدمی کی تعریف میں ایک قسم کی نظم ÷

۱ - درد - مذکر، پیڑ۔ دُکھ۔ تکلیف۔ پنہانی۔ پوشیدہ۔ کوتاہ - (ف) چھوٹا۔ مختصر
قصہ - کہانی جمع قصص۔ طولانی (ف) دراز۔ بہت لمبا ÷

مَیں پوشیدہ تکلیف کا حال کیا بیان کروں۔ وقت تو بہت تھوڑا ہے اور
میرے پوشیدہ دکھ کی سرگذشت بہت ہی لمبی ہے ÷

تشریح - شاعر کا مقصد یہ ہے "اُستاد کی موت سے جو دُکھ مجھے ہوا ہے۔ وہ
بیان سے باہر ہے۔ وہ دُکھ اتنا دراز ہے کہ جب تک زندہ رہونگا۔ وہ کم نہیں ہوگا" ÷

۲ - عیش - مذکر۔ آرام۔ خوشی۔ دل سرد ہونا - دل کا ماند پڑجانا۔ دل ٹھنڈا ہو
جانا - دل اُکتا جانا۔ رنگ - حالت۔ عالم - دُنیا جمع عوالم۔ فانی - اسم فاعل مِٹ
جانے والا - فنا ہونے والا ÷

بے ثبات دُنیا کی حالت دیکھ کر اِس فانی دنیا کے عیش و آرام سے دل اُکتا
گیا ہے ÷

تشریح - شاعر دُنیا کی ناپائیداری دیکھ کر اس نتیجے پر پہنچتا ہے۔ کہ جب ہر چیز
فانی ہے۔ تو دنیا کا عیش و آرام بھی فانی ہے۔ اس لئے دل دُنیا کے عیش و آرام
سے بیزار ہوگیا ہے۔ جب اُستاد کی موت کا حادثہ ظہور پذیر ہوا ÷

۳ - جُز - سوائے۔ طِلسم - جادُو۔ گوشۂ نفقر - فقیر کی جھونپڑی یا خلوت خانہ۔

بزم۔ محفل۔ سُلطانی۔ بادشاہی ٭

خواہ فقیر کی جھونپڑی ہو۔ خواہ بادشاہی دربار ہو۔ درحقیقت دونوں متضاد نظارے خواب وخیال کا جادو ہیں یعنی سب کچھ خواب وخیال ہے ٭

تشریح۔ دنیا میں کیا گدا کیا شہنشاہ سب کے سب خواب وخیال ہیں۔ اُن کی حقیقت کچھ نہیں ٭

۴۔ سراسر۔ سب کا سب۔ فریب۔ دھوکا۔ گمان۔ شک۔ فغفور۔ چین کے بادشاہوں کا لقب۔ خاقان۔ پہلے چین اور ترکستان کے بادشاہوں کا لقب تھا۔ اب ہر بادشاہ کو کہتے ہیں ٭

خاقان کا تخت اور فغفور کا تاج یہ نرا دھوکا۔ فریب اور وہم ہیں ٭

تشریح۔ یعنی جو بڑے بڑے بادشاہ شہنشاہ ہوگذرے ہیں۔ وہ بھی ایک ہمارا اپنا وہم ہے۔ دراصل اُن کی بھی کوئی حقیقت نہیں۔ خواہ کسی بادشاہ کا تاج ہے یا تخت ہے وہ بھی ہمارا اپنا گمان ہے ٭

۵۔ سراب۔ مذکر۔ ریت جو دُور سے سمندر معلوم ہو دھوکا ہی دھوکا معدُوم جامِ جمشید یا جامِ جم۔ جمشید کا پیالہ جو حکمائے فارس نے بنایا تھا جس سے آئندہ کا حال معلوم ہو جاتا تھا۔ جمشید۔ اصلی نام جم تھا۔ چونکہ اس کا چہرہ آفتاب کی طرح چمکتا تھا جمشید کہنے لگے۔ یہ فارس کا بادشاہ تھا۔ کہا جاتا ہے کہ شراب ایجاد اسی کے زمانہ میں ہوئی اور شراب کا نام شاہ دارو رکھا۔ اِسی نسبت سے شراب پینے کا پیالہ بنایا گیا۔ بعد ازاں جامِ جم مشہور ہوگیا۔ راح شراب کی ایک قسم۔ ریحان نازبو ٭

جمشید کا پیالہ۔ جہاں نما اور ریحانی شراب محض چور بالو کی طرح دھوکا ہی دھوکا ہیں ٭

تشریح - یعنی ہم جمشید اور اوسکے جہاں نما پیالے کے بارے میں حرف،
سُنتے ہی سُنتے ہیں۔ مگر اُن کی حقیقت سے بے بہرہ ہیں۔ اس سے ظاہر ہے کہ
وہ بھی ایک ہمارا وہم ہی ہے ۔

۶- **مہمل** - بے معنی۔ فضول ؛ **نطق**۔ قوت گویائی ؛ **اعرابی**۔ عرب کا رہنے والا
باطل۔ جھوٹا۔ غلط ۔

عرب کے رہنے والے کی قوت گویائی یا بلاغت اور فصاحت ایک بے معنی
حرف ہے اور یونان کا فلسفہ بھی ایک غلط حرف سے بڑھ کر نہیں ۔

تشریح - عرب کا علم منطق مشہور ہے اور یونان کا فلسفہ۔ شاعر کا مقصد
یہ ہے کہ کیا علم منطق اور کیا فلسفہ یہ سب کچھ وہم و گمان ہی ہیں۔ ان کی بھی
کوئی حقیقت نہیں ۔

۷- **لحن** - آواز۔ سُریلی آواز۔ سُر ؛ **داؤد** - مذکر۔ محبوب الہٰی۔ عزیز۔ ایک
مشہور و معروف پیغمبر کا نام۔ جو بادشاہ بھی اور نبی اللہ بھی تھے۔ اُن کی آواز
بڑی سُریلی تھی۔ آپ کا معجزہ تھا کہ لوہا آپ کے ہاتھ میں موم کی طرح ہو جاتا تھا؛
حُسن۔ خوبصورتی ؛ **کنعان** - شام کے صوبہ فلسطین کا نام۔ جہاں حضرت یوسف
پیدا ہوئے تھے ؛ **حُسن کنعانی** سے مراد ہے۔ حضرت یوسف علیہ اسلام کی
خوبصورتی۔ کہا جاتا ہے کہ حضرت یوسف بہت ہی خوبصورت تھے۔ آپ کا
جمال لاثانی تھا۔ یعقوب علیہ اسلام آپ سے بہت محبت کرتے تھے۔ دُوسرے
بھائیوں نے حسد کی وجہ سے آپ کو کنوئیں میں گرا دیا۔ خدا کی قدرت کہ ایک
سوداگر آیا اور اُس کے ہاتھ بھائیوں نے چند درم میں حضرت یوسف کو فروخت
کر دیا؛ وُہ اُنھیں مصر لے گیا اور عزیز مصر کے ہاتھ بیچ دیا۔ زلیخا آپ کے حُسن پر
عاشق ہو گئی۔ مگر خدا نے وہاں بھی آپ کی آبرُو بچائی۔ ایک پنجابی شاعر نے یوں

کہا ہے: سلیمان تے یُوسف نے گریہ کیتا رب دوآں نوں وایڈے پالو دا جے
سلیمان بھٹیاری دا بھڑ جھو کے یوسف ہٹیو ہٹ وکالو دا جے ؛
یعنی حضرت داؤد کا نغمہ سراسر ایک فریب ہے اور حسن یوسف بھی محض ایک دکھاوا اور نمائش ہے ؛

۸۔ **تِشنگی**۔ پیاس۔ خضر۔ مشہور پیغمبر۔ رہنما۔ آپ کے قبضہ میں آب حیات ہے ؛

(چونکہ میں اس دُنیا کی ناپائیداری سے واقف ہو گیا ہوں) اس لئے اگر میرے ہونٹ پیاس کی وجہ سے خشک ہوں اور مجھے آب حیات بھی پینے کے لئے میسر ہو جائے۔ تو بھی اپنے خشک ہونٹوں کو تر نہیں کرونگا۔ (میری آنکھوں میں آب حیات بھی کچھ وقعت نہیں رکھتا) ؛

۹۔ **مُشت**۔ مٹھی بھر۔ خاتم۔ انگوٹھی۔ **سلیمان**۔ مشہور پیغمبر۔ کہا جاتا ہے کہ آپ کے قبضے میں ایک انگوٹھی تھی۔ جس پر اسم اعظم کھدا ہوا تھا۔ اس کی برکت سے دیو، پریاں اور جانور تک آپ کے تحت میں تھے ؛
یعنی اگر مجھے حضرت سلیمان علیہ السلام کی انگوٹھی ایک مٹھی بھر خاک کے بدلے ملے۔ تو میں انگوٹھی لینے کے لئے تیار نہیں ہوں ؛
تشریح۔ یعنی استاد کی موت سے میری آنکھیں کھل گئی ہیں۔ کہ دُنیا بے حقیقت ہے۔ اس لئے اب میری نظر میں حضرت سلیمان کی انگوٹھی کی بھی کوئی وقعت نہیں ؛

۱۰۔ بحر۔ سمندر۔ جمع بحار۔ بحر۔ شعر کا وزن جمع بحور۔ ہستی۔ وجود۔
چشمہ زندگی۔ ہستی کو ایک چشمے سے تشبیہ دی ہے۔ اوپر کے شعر میں زندگی کو ایک سمندر قرار دیا ہے ؛

ہماری زندگی کا سمندر بعینہٖ سراب کی مانند ہے۔ اِس زندگی کے چشمے میں پانی نام کو بھی نہیں ۔

تشریح ۔ جیسے ریت کے صحرا میں گرمیوں کے دِنوں میں جب ہم دُور سے دیکھیں ۔ تو ایک دریا سا بہتا دکھائی دے گا ۔ مگر جوں جوں ہم آگے جائیں ۔ دریا اُتنا ہی دُور ہوتا جائیگا ۔ ہم پانی تک نہیں پہنچ سکتے ۔ کیونکہ وُہ تو ایک دھوکا ہے ۔ حقیقت کچھ نہیں ۔ اسی طرح ہماری زندگی دکھائی ضرور دیتی ہے ۔ مگر حقیقت اس کی کچھ نہیں ۔

بند ۔ ۲

۱۔ آشنائی ۔ (ف) مونث ۔ محبت ۔ شناسائی ۔ یارانہ ۔

کج ادائی ۔ (ف) مونث ۔ بے مروّتی ۔ بے وفائی مجازاً دشمنی ۔

دنیا نے جس کے ساتھ بھی یارانہ کیا ۔ آخر کار اُسی کے ساتھ بے وفائی کی ۔

تشریح ۔ یعنی دنیا میں جو انسان بھی پیدا ہوتا ہے وہی مرتا ہے ۔ لیکن ہر ایک یہ سمجھتا ہے ۔ کہ شاید میں ہمیشہ ہی دنیا میں رہونگا ۔ اس لئے شاعر کہتا ہے کہ ٹھیک ہے کہ ظاہرا یہ دُنیا آشنائی کرتی ہے ۔ مگر انجام کار یہ دنیا بے وفائی سے پیش آتی ہے ۔ ایک شاعر کہتا ہے ؎

بسا بادِ نفریں برین کوژ پشت ۔ بسیار ازایں گونہ پرورد و کشت

یعنی اس دُنیا نے بہت سے نام آور ہستیوں کی پرورش کی ۔ مگر آخر کار اُنھیں نیست و نابُود کر دیا ۔

۲۔ عبث ۔ (ع) بے فائدہ ۔ ناحق ۔ پھُولنا ۔ خوش ہونا ۔ سرسبز ہونا ۔ مغرور ہونا سُوجنا ۔ کھِلنا ۔ بے وفائی (ف) بے مروّتی ۔ بد عہدی ۔ ناشکری ۔

اے عمر تجھ پر اترانا بے فائدہ ہے۔ کیونکہ تو ہمیشہ سے سب کے ساتھ بے مروتی کرتی رہی ہے۔

تشریح۔ مُراد کہ ہمیں عمر پر اترانا نہیں چاہیئے۔ کیونکہ ہماری زندگی تو صرف ایک دم کی ہے اور عمر پر کچھ بھروسہ نہیں۔ کہ کب دم نکل جائے۔ جیسے ذوق فرماتے ہیں ؎

اے ذوق اس بحرِ فنا میں کشتیٔ عمرِ رواں۔ جس جگہ پر جا لگی وہی کنارہ ہوگیا۔

۳۔ وفا۔ مونث۔ پورا کرنا۔ نباہ۔ دیانت۔ عقیدتمندی۔ بیگانہ۔ (ف) غیر۔ ناواقف آشنائی۔ محبّت۔

مَیں دوستی کی قسم کھا کر کہتا ہُوں۔ کہ یہ زمانہ محبّت کو جانتا ہی نہیں۔ کہ محبّت کیا شے ہے۔

تشریح۔ دُنیا کسی سے بھی محبّت نہیں کرتی۔ گو اہل دنیا اس سے بہت محبّت کرتے ہیں۔ کوئی بھی دُنیا کو نہیں چھوڑنا چاہتا۔ مگر یہ بے وفا دُنیا ہر ایک کو چلتا بناتی ہے جیسے ذوق فرماتے ہیں ؎

دنیا سے ذوقؔ رشتۂ اُلفت کو توڑ دے — جس سر کا ہے یہ بال اُسی سر میں جوڑ دے

یہ ذوقؔ تو نہ چھوڑے گا اس پیرہ زال کو — یہ پیرہ زال اگر تجھے چاہے تو چھوڑ دے

۴۔ بے مہر۔ ظالم۔ چاشنی۔ (ف) مزہ۔ پت۔ شربت کا تار۔ تھوڑی سی آمیزش مٹھاس کے اندر کی کھٹاس۔

زمانہ وُہ ظالم اور کڑا ہے۔ کہ اُس کی صلح میں بھی لڑائی کی چاشنی موجود رہتی ہے یعنی ظاہرا طور پر تو دنیا میٹھی معلوم ہوتی ہے۔ درحقیقت اس کی مٹھاس کے اندر کھٹاس چھپی ہوتی ہے۔

۵۔ حظ۔ (ع) لطف۔ خوشی۔ وصل۔ ملاپ ملنا۔ محروم۔ بے نصیب۔ ناامید۔ جُدائی۔ علیحدگی۔

اس دنیا میں جو انسان کسی اپنے عزیز کی علیحدگی کو برداشت نہیں کرسکتا اُس بیچارے کو ملاپ کی خوشی سے بے بہرہ رہنا پڑتا ہے۔ یعنی اُسے ملاپ ہی نصیب نہیں ہوتا ÷

۶۔ **حفظ**۔ (ع) از بر۔ زبانی۔ لحاظ۔ ادب۔ حفاظت ؛ **وضع**۔ (ع) مونث رکھنا۔ ترتیب دینا۔ بناوٹ۔ طرز۔ چال چلن۔ صورت۔ شکل۔ فیشن۔ حالت۔ درجہ؛ **گدائی**۔ فقیری ÷

جسے اس دُنیا میں بھیک مانگنے کی عادت نہ ہو۔ اُسے مجبوراً بھیک مانگنی پڑتی ہے اور وُہ اپنی پوزیشن یا طرزِ معاشرت کا پابند نہیں رہ سکتا ÷

تشریح۔ یعنی جس انسان کو مانگنے کی بالکل عادت نہ ہو۔ اُس نے اپنا اصُول بنایا ہو۔ کہ وہ کسی سے کچھ نہیں مانگے گا۔ دُنیا اُسے اس حد تک ذلیل اور مجبور کرتی ہے۔ کہ اُسے اپنا اصول توڑنا پڑے ÷

۷۔ **خندۂ گُل**۔ پھول کا کھلنا۔ خندہ بمعنی ہنسی اور گل بمعنی پھول ؛ **بے بقاتر**۔ تفصیل بعض بے بقا۔ ناپائدار؛ **دل رُبائی**۔ دلکشی۔ دو لفظوں سے بنا ہے۔ دل + ربائی۔ یہ لفظ ربودن سے ہے بمعنی اُچک کرلے جانا ÷

اگر کسی شے یا انسان یا حیوان میں ایسی شان ہو کہ جس سے سب اُس پر فریفتہ ہو جائیں۔ اُس کی وہ شان پھول کی ہنسی سے بھی کمتر ہے۔ یعنی وہ شان ایک پھول کے کھلنے سے بھی کم دیر میں ختم ہو جائے گی ÷

۸۔ **جنس**۔ مال۔ چیز۔ سودا۔ سوداگری کا سامان ؛ **کاسد**۔ کھوٹا۔ نارواتر تفصیل بعض بمعنی غیر مروج۔ نامقبول۔ نامراد؛ **خدائی**۔ دنیا۔ زمانہ ÷

جس آدمی میں زمانہ بھر کی حمیدہ خوبیاں موجُود ہوں وہ ایک کھوٹے سکے سے بھی نامقبول ہے ÷

تشریح - ہوسکتا ہے کہ کسی انسان میں ہر قسم کی خوبی موجود ہو۔ مگر یہ کمینی
دنیا اُسے بھی چین نہیں لینے دیتی۔ اُس کی قدر ایک کھوٹے سِکّے جتنی بھی نہیں ہوتی
ہے۔ جیسے ایک ہندی شاعر کہتا ہے ؎

مُورکھ مُورکھ راج کرت ہیں پنڈت پھرن بھکاری

۹ - خاقانی کا وطن شروان تھا۔ اصلی نام ابراہیم افضل الدین بن علی ہے
باپ بڑھی تھا۔ شروع میں تمام علوم درسیہ کی تحصیل کی۔ پھر شاعری کا شوق پیدا
ہوا۔ ابوالعلا گنجومی کی شاگردی اختیار کی اور حقایقی تخلص اختیار کیا۔ جب شاعری
میں مشہور ہوا۔ تو رئیس شروان کے دربار میں رسائی ہوئی۔ اس رئیس نے خاقانی
کی بہت قدر کی اور ایک ایک قصیدے پر ہزار ہزار اشرفی انعام میں دی جاتی تھیں
خاقانی حج کر کے جب واپس آیا۔ تو عراق میں قیام کیا۔ ۵۹۰ھ میں تبریز میں وفات
پائی۔ قصیدہ لکھنے میں خاقانی سب سے بڑا مانا جاتا ہے۔ اس کے مشہور قصیدے کا
ایک شعر نمونے کے طور پر ملاحظہ فرمائیے ؎

دل من پیر تعلیم است و من طفل زباندانش
دمِ تسلیم سر عُشر و خمِ زانو دبستانش

سنائی - حکیم سنائی کا نام محدود ابوالمجد کنیت۔ سنائی تخلص غزنی
وطن تھا۔ شروع شروع میں شاعری کا پیشہ اختیار کرتے تھے۔ بہرام شاہ کی تعریف
میں بہت سے قصیدے لکھے ہیں۔ ایک دفعہ ایک قصیدہ لکھ بادشاہ کے دربار میں
جا رہے تھے۔ کہ راستے میں ایک مست کو ساقی سے یہ کہتے ہُوئے سُنا۔ کہ اے
ساقی سنائی کے اندھے پن کے صدقے ایک پیالہ بھر دے۔ ساقی نے اندھے پن
کی وجہ پُوچھی۔ مست نے جواب دیا کہ سنائی دو چار جھوٹ جوڑ کر کسی رئیس کے
سامنے دست بستہ کھڑا رہتا ہے۔ اس سے بڑھ کر اندھا پن کیا ہوگا۔ یہ سُن کر

حکیم سنائی کے دل پر یہ اثر ہُوا۔ کہ اُسی وقت سب کچھ چھوڑ کر گوشہ نشین ہو کر بیٹھ گئے۔ آپ کی وفات ۵۷۶ھ میں ہُوئی۔ نمونہ کلام ؎

سالہا باید کہ یک سنگ اصلی ز آفتاب
لعل گردد در بدخشاں یا عقیق اندر یمن

افسوس آج غالب کے مرنے سے خاقانی اور سنائی کی رہی سہی بات بگڑ گئی ÷

تشریح۔ یعنی غالب ایک وُہ شاعر تھا۔ کہ بڑے بڑے شعرا کا وہ قدردان تھا۔ کیونکہ خود بہت بڑا عالم تھا۔ مگر غالب کی موت سے خاقانی کی بھی عزّت جو قائم تھی وہ جاتی رہی ÷

۱۰۔ عُرفی۔ محمد نام۔ جمال الدین لقب عرفی تخلص۔ یہ ایک معزز خاندان سے تعلق رکھتا تھا۔ باپ کا نام زین الدین ملولی تھا۔ عرفی کی تعلیم و تربیت شیراز میں ہُوئی۔ یہ مصوری اور نقاشی بھی جانتا تھا۔ یہ بہت بڑے پایہ کا شاعر تھا۔ اس لئے اس کے حاسدوں نے زہر دیدیا۔ بعضوں نے لکھا ہے کہ زہر دینے کی وجہ شہزادہ سلیم کے ساتھ محبت کا اظہار تھا۔ انتقال کے وقت اس کی عمر ۳۶ سال کی تھی۔ نمونہ شاعری ؎

اگر مہیب دہد چرخ واژگون گردد
وگر عتاب کند آفتاب خون گردد

طالب۔ آس کا رہنے والا تھا جو مازندران کا ایک شہر ہے بچپن میں درسی علوم و فنون کی تعلیم پائی۔ پھر یہ ہندوستان میں آیا اور جہانگیر بادشاہ کے دربار میں ملک الشعرا کا خطاب پایا۔ نمونہ کلام ؎

یکے بلبل بے پر و بال شوقم
کہ محرومی از طوف گلزار دارم

وُہ اسد اللہ خاں غالب مرا۔ جس پہ کہ عرفی اور طالب جیسے اُونچے پایہ کے شاعر رشک کرتے تھے ÷

تشریح ۔ یعنی اسد اللہ خاں غالب کا کلام عرفی اور طالب کے کلام سے بڑھا ہوا تھا اور وہ شاعر آج ہماری آنکھوں سے غائب ہو رہا ہے ؞

بند ۔ ۳

۱۔ **ہیہات** ۔ افسوس ؛ **بُلبلِ ہند** ۔ ہندوستان کی بُلبل یعنی ہندوستان ایک چمن ہے اور غالب ایک بلبل تھا ۔ جیسے اقبال فرماتے ہیں ؎

سارے جہاں سے اچھا ہندوستاں ہمارا
ہم بُلبلیں ہیں اس کی یہ گلستاں ہمارا

بات بات میں ۔ ہر بات میں ۔ ہر دفعہ ۔ بالکل ؞

افسوس! ہندوستان کا بُلبل (غالب) جس کی ہر بات میں ایک نیا نکتہ ہوتا تھا ۔ مر گیا ؞

۲ ۔ **نکتہ داں یا نکتہ شناس** ۔ (ف) دانا ؛ **نکتہ سنج** ۔ فصیح عقلمند مجازاً شاعر نکتہ بمعنی باریک بات ۔ سنج امر از سنجیدن بمعنی تولنا ۔ شناس امر از شناختن پہچاننا داں امر از مصدر دانستن ۔ جاننا ؛ **صِفات** ۔ بمعنی خوبیاں ۔ اوصاف ؛ **پاک** ۔ صاف ؞

غالب زندگی کی باریکیوں کو جانتا ۔ تولتا اور پہچانتا تھا ۔ وہ صاف دل ۔ سچا اور خوش اخلاق تھا ؞

۳ ۔ **شیخ** ۔ مذکر ۔ پیر ۔ عالم فاضل ۔ بڑا بوڑھا ۔ پیشوا ؛ **بذلہ** ۔ (ع) مذکر ۔ لطیفہ ۔ چٹکلا ؛ **بذلہ سنج یا بذلہ گو** ۔ خوش طبع ۔ لطیفہ گو ؛ **شوخ** ۔ چالاک ۔ زندہ دل فتنہ انگیز **رِند** ۔ مذکر ۔ آزاد ۔ اوباش **رَند** ۔ غنیم پر فائر کرنے کے لئے قلعے کی دیوار کا سوراخ **مَرجع** ۔ (ع) مذکر ۔ ٹھکانا ؛ کریم کی جمع کرام ۔ شرفاء ۔ بزرگ **ثِقات** ۔ (ع) مذکر معتبر

لوگ - واحد ثقہ ؎

گو غالب بوڑھا تھا مگر خوش طبع اور زندہ دل تھا۔ وہ آزاد منش تھا۔ بڑے بڑے معتبر لوگ اُس کے پاس آیا کرتے تھے۔ گویا وُہ اُن کا اڈّہ تھا ؎

۴۔ **ٹھٹھول** ۔ ظرافت۔ خوش طبعی **تکلّف** ۔ تکلیف اُٹھا کر کوئی کام کرنا۔ بناوٹ۔ ٹھاٹھ ؛

اس کی ایک ظرافت یا ہنسی کی بات میں لاکھوں علمی مضامین کی چاشنی رہتی تھی اور اس کی ایک سیدھی سادھی بات لاکھوں پُر تکلّف باتوں سے بہتر ہوتی تھی ؎

۵۔ **چُبھنا** ۔ گڑنا۔ دل کو لگنا۔ کھٹکنا ؎

یہ دُرست ہے کہ وہ بعض لوگوں کو کھٹکتا تھا۔ وجہ یہ تھی کہ وُہ دن کو دن اور رات کو رات کہتا تھا ؎

تشریح ۔ یعنی غالب خوشامدی نہیں تھا۔ کہ ہاں میں ہاں ملاتا۔ بلکہ وہ تو سچّا آزاد تھا۔ اسی واسطے وہ بعض لوگوں کو اچھا نہیں لگتا تھا ؎

۶۔ **نقش** ۔ کندہ ہونا۔ دل پر جمنا۔ تحریر ہونا ؎

وہ ہر بات کو ایسی طرح سے لکھتا تھا۔ کہ وُہ بات ہر ایک کے دل میں جم جاتی تھی گویا تحریر وُہ موثر تھی کہ دل میں گڑ جاتی تھی ؎

۷۔ **سوغات** ۔ تحفہ؛ **وطن** ۔ دیش جمع اوطان ؎

اب ہم واپس اپنے دیش میں جا رہے ہیں۔ دِلّی سے تحفہ کے طور پر کیا لے جائیں۔ کیونکہ دِلّی میں تو صرف اس کی باتیں تھیں۔ جو تحفہ کے طور پر دیش لے جائی جا سکتی تھیں۔ اب افسوس کہ خالی ہی جانا پڑیگا ؎

۸۔ **خواجہ** ۔ سردار یہاں مُراد غالب سے ؛ **نوشہ** ۔ دولہا ؎

مرزا غالبؔ کے مرنے سے گویا دِلّی ہی مر گئی - کیونکہ مرزا غالبؔ دُولہا تھے اور اہل دہلی برات - اِس لئے جب دولہا ہی نہ رہا - تو برات خود بخود ہی بے قدر ہے ؛

۹- بزم - محفل - مجلس - اس لفظ کی ضد رزم ہے بمعنی لڑائی ؛

دِلّی میں اگر کوئی بارونق محفل تھی - تو وہ مرزا غالب کی مجلس تھی - وُہ ایک بااصول اور معتبر شخص تھا ؛

۱۰- روشن دماغ - عالی دماغ - سمجھدار؛ چراغ سے اشارہ میرزا غالبؔ کی طرف ہے - گویا غالبؔ ایک چراغ تھا اور دہلی ایک محفل - اُس میں اُسی کے دم سے روشنی تھی ؛

میرزا غالبؔ عالی دماغ تھے - مگر وہ نہ رہے - غالبؔ ایک روشن چراغ تھا (جن کے دم سے دہلی روشن تھی) مگر موت کی ہوا نے اُسے بجھا دیا ؛

بند - ۴

۱- بہلانا - کھیل میں لگانا - فریب دینا ؛

جب ہمارا دل چاہے کہ میرزا کی ظرافت بھری باتیں سُنیں - تو کس کی باتیں سُنکر دل کو بہلائیں - خوش کریں ؛

تشریح - مراد یہ ہے - یہ ٹھیک ہے کہ اَور شعرا بھی ہیں - اُن کی باتیں بھی ہم سُنتے ہیں - مگر دل کو دھوکا دیتے ہیں - اُن کی باتیں پھیکی پھیکی معلوم ہوتی ہیں - کیونکہ وہ میرزا کی باتوں کو نہیں پہنچ سکتیں ؛

۲- **سخنوری** - شاعری؛ داد - عدل و انصاف آفرین فریاد؛ **داد پانا** - انصاف

کو پہنچنا۔ تعریف کا مستحق ہونا ۔

اب ہم اپنے اشعار اور غزلیں کسے سُنائیں۔ تاکہ اُس سے اپنی شاعری کی تعریف حاصل کریں ۔

۳۔ احباب۔ دوست واحد حبیب ؛ اصلاح ۔ دُرستی سنوارنا ۔

میرزا کے احباب و دوست اُس کی موت سے خستہ ہوکر اُس کا مرثیہ لکھ رہے ہیں۔ مگر مَیں پُوچھتا ہُوں۔ کہ اب مرثیہ دُرست کس سے کرائیں گے۔ (اب غالب جیسا کہاں اُستاد جو غزلیں مرثیے ٹھیک کرے۔

۴۔ نوحہ۔ ماتم۔ رونا پیٹنا ؛ پست۔ رکیک ۔

اُستاد کا مرثیہ لکھنا ایک پست مضمون ہے۔ اسے ہم بلند مضمون کیسے بنا سکتے ہیں۔ یعنی اُوپر آسمان پر کیسے اُٹھا سکتے ہیں ۔

۵۔ میّت۔ (مونث) جنازہ۔ لاش ؛ جنازہ۔ مُردے کا تابوت لاش ۔

اے غالب کا تابُوت لے جانے والو! ذرا ٹھہرو۔ کیونکہ لوگ میرزا غالب سے کچھ پُوچھنے آئے ہیں ۔

تشریح۔ یعنی میرزا غالب کے پاس ہر وقت شاگردوں اور دُوسرے معزز اصحاب کی بھیڑ لگی رہتی تھی ۔

۶۔ مدفن۔ (ع) مذکر۔ قبر ؛ سُو۔ طرف ۔

(شاعر کا دل بھر جاتا ہے اور جوش غم میں فرماتے ہیں) اے لوگو! ابھی میرزا غالب کو قبرستان کی طرف مت لے جاؤ۔ ابھی کچھ دیر ہماری آنکھوں کے سامنے رہنے دو۔ کیونکہ دفن کرنے کے بعد اُستاد کو کہاں سے لائینگے ۔

۷۔ اگلوں۔ مطلب پہلے شعراء ؛ ترجیح۔ فضیلت ؛ ترجیح دینا۔ فضیلت دینا ۔

اہل انصاف ذرا غور تو کریں۔ ہم اُسے پہلے شعرا پر فضیلت کیوں نہ دیں۔ (یعنی ہم تو پہلے شعرا پر غالب کو ترجیح دیں گے)

۸۔۹۔۱۰۔ **قُدسی**۔ مشہد کا رہنے والا تھا۔ ۱۰۴۲ھ میں ہندوستان میں آیا۔ شاہجہاں کے دربار میں پہنچا۔ ایک دفعہ اُس نے شاہجہاں کی تعریف میں ایک قصیدہ لکھا۔ شاہجہاں نے خوش ہوکر حکم دیا چاندی میں تلوا دیا جائے۔ قدسی کے کلام میں عُرفی کا زور اور طالب آملی کی جدت استعارات نہیں ہے۔ لیکن متاخرین جسے مضمون آفرینی کہتے ہیں۔ قدسی نے اُس کے دریا بہا دِئے۔ نمونہ کلام ؎

نکند جلوہ گری روئے تو در دیدہ ما
عکس آئینہ در آئینہ نہ گردد پیدا

صائب۔ ایران کی شاعری رودکی سے شروع ہوئی اور میرزا صائب پر ختم ہوئی۔ صائب ایک معزز خاندان کا آدمی تھا۔ اس کا باپ مشہور تاجر تھا۔ اس کی ولادت تبریز میں ہوئی۔ لیکن نشوونما اور تعلیم و تربیت اصفہان میں حاصل کی۔ اسی بنا پر اس کو تبریزی اور اصفہانی دونوں کہتے ہیں۔ شاعری کا بہت شوق تھا۔ ایک شخص نے امتحان کے طور پر ایک مصرع پیش کیا۔ کہ اے صائب دُوسرا مصرع لگادے۔ مصرع یہ تھا ؎

شمع گر خاموش آتش از مینا گرفت

آپ نے فرمایا ؎

امشب از ساقی زلبس گرم است محفل
میتوان شمع گر خاموش آتش از مینا گرفت

شاہ عباس کے دربار میں رہے۔ مگر وہاں سے ناراض ہوکر ہندوستان

چلے آئے - شاہ جہاں بادشاہ کے دربار میں رسائی حاصل کی اور ہزاری منصب اور مستعد خاں خطاب عطا ہُوا ۔

اسیر - فارسی مشہور شاعر ۔

ابوطالب کلیم - ہمدان میں پیدا ہُوا۔ لیکن زیادہ کاشان میں رہے - آغاز جوانی میں شیراز جاکر علوم درسیہ کی تحصیل کی - جہانگیر بادشاہ کے عہد حکومت میں ہندوستان آیا - جہانگیر کے دربار میں رسائی پیدا کی - ۱۰۲۸ھ میں وطن کی یاد آئی - حسرت بھرے دل سے یہ لکھا ہے

زشوق ہند زاں ساں چشم حسرت بر قفا دارم
کہ روہم براہ آرم مے بینم مقابل را

ایران میں دو سال رہنے کے بعد پھر ہندوستان آئے - ۱۰۶۱ھ میں وفات پائی - غنی نے سال تاریخ لکھا ہے

طور معنی بود روشن از کلیم ۔

اگلے شعرا کو لوگ خواہ قدسی و صائب و اسیر اور کلیم کے ہم پایہ سمجھیں یا جس کے برابر چاہیں ٹھہرائیں - لیکن ہم نے تو سب کے دیوان اور اشعار پڑھ کر دیکھے - چونکہ ہمارا فرض ہے کہ ہم قدما پر کسی قسم کی نکتہ چینی نہ کریں - لیکن اگر ہم غور سے دیکھیں تو پتہ چلے گا قدما کو غالب نکتہ داں کے ساتھ کچھ بھی نسبت نہیں یعنی غالب کی شاعری اور قدما کی شاعری میں بہت بڑا فرق ہے (زمین و آسمان کا فرق ہے) ۔

تشریح - یعنی غالب کی شاعری پہلے شعرا کے کلام سے بہت بڑھ چڑھ کر ہے ۔

بند ۔ ۵

۱۔ **نثر** ۔ (ع) مونث ۔ بکھرا ہوا ۔ عبارت جو نظم نہ ہو ؛ **حُسن** ۔ خوبصورتی عام طور پر چہرے کی خوبصورتی سے مُراد ؛ **جمال** ۔ خوبصورتی ۔ لیکن عام طور جسم کے سڈول ہونے کو کہتے ہیں ۔

نظم ۔ مونث ۔ پرونا ۔ لڑی ۔ انتظام ۔ شعر ؛ **غنج و دلال** ۔ غمزہ و اشارہ بہ چشم ۔

میرزا غالب اگر نثر لکھتے تھے وُہ نثر حُسن وجمال کا مجسمہ ہوتی تھی ۔ اگر نظم لکھتے تھے ۔ تو نظم غمزہ و اشارہ کا مجسمہ ہوتی تھی ۔

۲ ۔ **تہنیت** ۔ مبارکباد ؛ **نشاط** ۔ خوشی ؛ **تعزیت** ۔ (ع) مونث ماتم پُرسی ؛ **ملال** ۔ رنج ۔

جب اُستاد صاحب کوئی قصیدہ یا مبارکبادی کی کوئی نظم یا نثر لکھتے تھے تو خوشی کی تصویر آنکھوں کے سامنے پھر جاتی ۔ اگر مرثیہ لکھتے تو غم کا نقشہ اس طرح کھینچ دیتے کہ اہلِ محفل پر غم چھا جاتا ۔

۳ ۔ **قال** ۔ (ع) گفتگو ۔ ظاہری اور دکھاوے کی بات چیت ؛
حال ۔ (ع) مذکر ۔ زمانہ موجودہ کی حالت ۔ جذبہ الہیٰ ۔ وقت ۔ دم وغیرہ ۔

جب آپ بات چیت کرتے تھے ۔ تو آپ کی بات ایک ایسا آئینہ ہوتی تھی ۔ جس میں کہ حال (یعنی موجودہ زمانہ کی حالت یا جذبہ الہیٰ) کی تصویر نظر آجاتی تھی ۔

۴ ۔ **توجیہ** ۔ کلام کو پھیرنا یعنی مضر کو مفید اور جائز کو ناجائز کے معنی میں لینا ؛ **اِمکان** ۔ اختیار ۔ طاقت ۔ ممکن ؛ **محال** ۔ کٹھن ۔ غیر ممکن ۔

جب وُہ کبھی بات کے متعلق علمی دلائل پیش کرتے تھے۔ تو ممکن کو غیر ممکن بناکر دکھا دیتے تھے۔ یعنی اُن کی دلیلیں اتنی پُر زور تھیں کہ ممکن کو محال کر دکھاتے تھے ؎

۵۔ تاویل۔ (ع) مونث۔ شرح۔ بیان ؛

ہجراں۔ جُدائی۔ فراق ؛ وصال۔ ملاپ ؛

صُورت۔ شکل ؎

آپ جب شاعرانہ قدرت کرتے تھے یعنی جب شاعری کے زور میں کسی چیز کی شرح کرنے لگ جاتے تھے۔ تو فراق و جُدائی کو ملاپ کا جامہ پہنا دیتے۔ یعنی جُدائی بھول جاتی تھی۔ بلکہ ملاپ کا نقشہ آنکھوں کے سامنے کھینچ جاتا تھا ؎

۶۔ آغاز۔ (ف) مذکر۔ شروع۔ عنوان ؛

مآل۔ (ع) مذکر۔ لوٹنے کی جگہ۔ انجام ؎

آپ کی بات ابتدا ہی سے اتنی دلکش ہوتی تھی۔ کہ انتہا کی تصویر خودبخود آنکھوں کے سامنے پھر جاتی تھی ؎

۷۔ دوراں۔ زمانہ ؎

انوری۔ محمد نام۔ اوحدالدین لقب۔ انوری تخلص۔ بدنہ گاؤں میں انوری پیدا ہُوا۔ علوم فنون کی تحصیل جو اس کے مدرسہ منصوریہ میں کی اور تمام درسی علوم و فنون حاصل کئے۔ انوری نے جس طرح سنجر کے دربار میں رسائی حاصل کی۔ اُس کی کیفیت یوں ہے:۔

اس دربار کا ملک الشعرا میر معزی تھا۔ وُہ کسی شاعر کو دربار میں کامیاب نہیں ہونے دیتا تھا۔ کیونکہ جب کوئی شاعر اپنا قصیدہ پڑھتا

تو یہ زبانی اُسی وقت سُنا دیتا اور کہتا کہ یہ میرا قصیدہ ہے ۔ مگر انوری نے چار شعر پڑھ کر کہا۔ کہ اگر آپ کا قصیدہ ہو۔ تو آگے پڑھ دیجئے بس پھر کیا تھا۔ وُہ چُپ ہو گیا۔ اس طرح سے انوری نے اس دربار میں رسائی پیدا کی۔ چنانچہ اس کے بارے میں مشہور ہے ؎

در شعر سہ تن پیغمبرانند
ہر چند کہ لا نبی بعدی
ابیات و قصیدہ و غزل را
فردوسی و انوری و سعدی

انوری نجوم کا علم بھی جانتا تھا۔ ہجو میں بہت سی نظمیں لکھیں۔
انوری نے ۵۴۷ھ بمقام بلخ وفات پائی اور سلطان احمد خضرویہ کے پہلو میں دفن ہوا۔

کمال۔ اسمٰعیل نام اور کمال تخلص تھا۔ ان کے والد جمال الدین عبدالرزاق مشہور تھے ۔ اسمٰعیل نے مذہبی علوم حاصل کئے تھے۔ لیکن شاعری کا مذاق خاندانی تھا۔ خاندان صاعدیہ کے دربار سے تعلق رکھتے تھے ۔ ۶۳۵ھ میں جب اکتائے قان اصفہان پہنچا۔ تو قتل عام کا حکم دیا۔ ایک ترک اُدھر جا نکلا۔ جہاں کہ کمال اسمٰعیل گوشہ نشین تھے اور اُن کا خاتمہ کر دیا۔ بہت ہی اونچے پائے کے شاعر تھے۔ قصیدے بہت لکھے ہیں۔

نمونہ شعر ؎

سپیدہ دم کہ نسیم بہار مے آید
نگاہ کردم و دیدم کہ یار مے آید

چونکہ غالب الوری اور کمال کے برابر کا شاعر تھا اور اُس کے ہوتے ہُوئے الوری اور کمال کا شروع کیا ہُوا کام برقرار تھا۔ مگر غالب کے مرنے سے الوری اور کمال کی صورت بھی زمانے کی آنکھوں سے چھُپ رہی ہے ‡

۸۔ لوح۔ تختی۔ لوح ‡

امکان۔ دُنیا ‡

آج غالب کی موت سے دنیا کی تختی سے علم فضل اور کمال کی صورت مٹ رہی ہے ‡

تشریح۔ یعنی غالب کے ہونے سے علم وفضل اور کمال زندہ تھے یعنی غالب میں یہ تینوں چیزیں موجود تھیں۔ مگر اُن کے مرنے سے یہ تینوں صفات دُنیا سے مٹ رہی ہیں ‡

۹۔ بے مثال۔ بے نظیر ‡

صورت۔ شکل ‡

اے اہل دنیا اگر غالب کی شکل دیکھنی ہے۔ تو آج ہی دیکھ لو۔ کیونکہ پھر بے نظیر غالب کی شکل دکھائی نہیں دے گی۔ ابھی دیکھنے کا موقع ہے۔ جب تک کہ آپ کی نعش دفن نہیں کی جاتی ‡

۱۰۔ اب حضرت غالب دنیا میں پھر نہیں آئیں گے۔ اگر لوگ چراغ لے کر بھی ڈھونڈیں گے۔ تو غالب کو نہیں پا سکیں گے ‡

تشریح۔ یعنی اس کے بعد ہم غالب کے دیدار سے شرفیابی نہیں پا سکتے۔ اور نہ ہی ایسا باکمال شخص اور کوئی ہو سکتا ہے ‡

بند - ۶

۱- سوگوار۔ غمگین ساتھی ٭ اشکبار۔ رونے والا ٭
اپنا - رشتہ دار ٭
بیگانہ - غیر ٭
آج شہر میں غالب کی موت کا ماتم ہر ایک منا رہا ہے - خواہ غیر ہو یا اپنا رشتہ دار ہو۔ سب رو رہے ہیں ٭
(کیونکہ غالب ہر ایک سے محبت کرتا تھا)

۲- نازش - ناز ٭
فخر روزگار - جس پر زمانہ فخر کرے - یعنی بہت بڑا ٭
رحلت - کوچ - موت ٭ محل - موقعہ ٭
اب لوگوں کے ناز کرنے کا موقعہ نہ رہا - کیونکہ زمانہ جس پر فخر کیا کرتا تھا (غالب) وہ آج اس دنیا سے کوچ کر رہا ہے ٭

۳- رنگین طبع - زندہ دل ٭
دُنیا میں صرف ایک ہی زندہ دل رنگیلا موجود تھا - اِسکی موت سے آج موسم بہار بھی رخصت ہو رہا ہے ٭
تشریح - یعنی غالب کا کلام رنگین عبارت سے پُر تھا - وُہ زندہ دل تھا - اس کی وجہ سے نظم و نثر کا باغ جوبن پر تھا - مگر اُس کی موت کے ساتھ ہی شاعری کے چمن میں خزاں کا عمل ہوگیا - اب بھلا کہاں غالب جیسا شاعر پیدا ہوگا - جس سے سخن میں بہار آئے ٭

۴- بار - بوجھ ٭ احباب - دوست ٭

بار اُٹھانا۔ کوئی کام ذمے لینا۔ محتاجوں کی ضرورت پوری کرنا ✦
دوش کندھا ✦
غالب جو کہ ہمیشہ دوستوں کی مہمانداری کا بوجھ اپنے کندھوں پر اُٹھایا کرتا تھا (یعنی اُن کی خاطرداری کیا کرتا تھا) آج دوستوں کے کندھوں پر سوار ہے ✦
تشریح۔ یعنی جب تک غالب زندہ تھے۔ آپ کبھی کے بارِ خاطر نہیں بنے۔ بلکہ خود دوسروں کے بوجھ کو اپنے ذمے لیتے تھے۔ مگر موت کے بعد جنازے کی صورت میں آپ دوستوں کے کاندھوں پر سوار ہو کر قبرستان کی طرف جا رہے ہیں۔ یعنی موت کے بعد اُستاد کا اصول اُلٹ ہُوا ✦

۵۔ نیشتر۔ نشتر ✦
فگار۔ زخمی ✦
جس کی ہر ایک بات نشتر کی طرح دل میں چبھ جاتی تھی (یعنی اثر کرتی تھی۔ اب وہ موت کی وجہ سے چُپ ہے۔ تو) اس کی خاموشی کی وجہ سے ہمارا دل زخمی ہو گیا ہے۔ جگر خون ہو گیا ہے۔ یعنی غم سے دل گھائل ہو گیا ہے ✦

۶۔ خلش۔ کھٹک۔ جھگڑا۔ خوف ✦
بہت دنوں سے جو برچھی دل میں چبھ رہی تھی (یعنی ہمیں خیال تھا کہ ایک دن غالب بھی مریگا اور جب کبھی غالب کی موت کا خیال آتا تھا تو ایک برچھی سی دل میں لگتی تھی) آج وہی برچھی جگر کے پار ہو گئی ✦
یعنی آخر کار ہمیں وہ دن دیکھنا ہی پڑ گیا جس سے ڈرتے تھے ✦

۷۔ مضطر۔ بے قرار ✦ تسکین۔ تسلّی ✦

ماتم۔ مذکر۔ بپتا۔ سوگ۔ غم ✦

یار۔ دوست۔ مددگار ✦

غمگسار (۔صفت) ہمدرد۔ مریض کی خیر گیری رکھنے والا ✦

آج ہم اُسی دوست کو رو رہے ہیں۔ جو ہمیں غم میں دیکھ کر غمگین اور ہمارے غم دُور کرنے کی کوشش کیا کرتا تھا۔ مگر اب جب کہ وہ خود ہی نہ رہا۔ تو ہمیں تسلّی کون دیا کریگا۔ اب ہم بے کس ہو گئے ہیں ✦

۸۔ تلخی۔ کڑواہٹ۔ شدّت ✦

شیریں۔ میٹھا۔ پیارا۔ فرہاد کی معشوقہ اور خسرو پرویز کی بیوی ✦

ناگوار۔ جو برداشت نہ کیا جائے ✦

غالب کی موت کا اثر وہ دل میں ہُوا ہے۔ کہ شدت ملال کی وجہ سے ہمیں اپنی میٹھی اور پیاری جان بھی اچھی نہیں لگتی۔ (یعنی ہم خود بھی چاہتے ہیں کہ موت آجائے اور دُکھ سے رہائی پائیں) تو بھلا ہم غم کی کڑواہٹ کیسے برداشت کریں۔ اس لئے ہمارا قلم بھی اس کڑواہٹ کو بیان کرنے سے قاصر ہے ✦

۹۔ دفن۔ دبانا ✦ بہر۔ واسطے ✦

ہمہ۔ تمام ✦ تن۔ جسم ✦

ہمہ تن۔ سر سے لے کر پاؤں تک ✦

چشم۔ آنکھ ✦

چشم انتظار۔ انتظار میں آنکھ بنی ہُوئی ✦

آج لوگ کسے دفن کرنے کے لئے قبرستان کی طرف لے جا رہے

ہیں۔ کہ اُس کی قبر سر سے لے کر پاؤں تک نعش کی انتظار میں آنکھ کی صورت بنی ہوئی ہے ؛

۱۰۔ ناشاد۔ غمگین ؛

آج شہر دہلی کس سے خالی ہو گیا کہ ہمارا خستہ دل غم سے بھرتا ہی نہیں ؛

یعنی اُس کمی کو پورا کرنے کے لئے ہم غم اپنے دل میں بھر رہے ہیں مگر کمی پوری ہی ہونے میں نہیں آتی۔ یعنی وہ اتنی بزرگ ہستی تھی کہ اُس کی خالی جگہ اب پُر نہیں ہو سکتی ؛

بند ۷

اگنجداں۔ خزانہ ؛ خوان۔ دسترخواں ؛

میزباں۔ (ف) مذکر۔ دعوت کرنے والا۔ مہماندار ؛

غالب اصلی مطالب اور حقائق کی نقدی کا ایک بیش بہا خزانہ تھا۔ سو وُہ خزانہ اب نہیں رہا۔ آپ مضامین کے دسترخواں کے میزباں مہمان نواز تھے۔ مگر وُہ میزباں دُنیا سے اُٹھ گیا ؛

مراد اب اچھے مضامین بنانے والا دُنیا میں کوئی نہیں رہا ؛

۲۔ بہارِ سخن۔ شاعری کا باغ غالب کی وجہ سے شگفتہ تھا ؛

اندیشہ۔ خوف ؛

غالب کی موت کے ساتھ ہی شعر و شاعری کے باغ سے موسمِ بہار رخصت ہو گیا ہے۔ اب ہمیں موسم پت جھڑ کا کوئی خوف نہیں رہا ؛

تشریح۔ یعنی انسان کو خوف تب تک ہوتا ہے۔ جب تک اُس کے پاس کوئی چیز ہو۔ اگر چیز پاس نہ ہو تو خوف بھی ساتھ ہی مِٹ جاتا ہے ۔

۳۔ کارواں۔ قافلہ ۔

سالار۔ (ف) مذکر۔ سردار ۔

شاعری کے قافلے کے سب سردار ایک ایک کر کے اس دُنیا فانی سے چلتے گئے۔ آخری سردار غالبؔ تھا۔ سو وُہ بھی روانہ ہو گیا۔ اب کوئی بھی اس قافلہ کا سردار نہیں ۔

۴۔ رونق۔ مونث۔ رُوپ۔ تازگی۔ آبادی۔ بہار ۔

زیب و زینت۔ دُھوم دھام ۔

گُل رُخاں۔ گلاب جیسا چہرہ رکھنے والے ۔

گرم بازاری۔ بہت زیادہ گاہکی ۔

اب حسینوں کے بازار کی رونق سرد پڑ گئی ہے۔ کیونکہ غالبؔ کی رنگین عبارت سے ہی گُل رُخوں کے بازار کو رونق تھی ۔

مُراد غالبؔ کی شاعری سے حسینوں کے بازار میں چہل پہل رہتی تھی یعنی جگہ جگہ شاعری میں حسینوں کا ذکر ہوتا تھا۔ لیکن اب کون حسینوں کی تعریف ایسی اچھی کر سکتا ہے۔ جیسی حضرت غالبؔ کرتے تھے ۔

۵۔ قیس۔ مجنوں۔ لیلیٰ کا عاشق ۔

فرہاد۔ شیریں کا عاشق۔ جو شیریں کے باغ کے لئے پہاڑ کاٹ کر ندی لایا تھا ۔

مجنوں اور فرہاد کا نام و نشاں اب بالکل ہی اُڑ گیا۔ کیونکہ غالبؔ

کی وجہ سے عشق کو شہرت حاصل تھی +

تشریح ۔ یعنی غالب جب عشقیہ مضامین لکھتے تھے ۔ تو مجنوں اور فرہاد کا ذکر جگہ جگہ پر کرتے تھے ۔ مگر اب جب وُہ خود ہی نہ رہے ۔ تو اُن کا کون ذکر کرے گا ۔ اس لیئے اب مجنوں اور فرہاد کا بھی نام و نشاں مٹ گیا +

۶ ۔ ترجمان ۔ (ع) مذکر ۔ مترجم ۔ ایک زبان سے دوسری زبان میں بیان کرنے والا +

جب پھول اور بلبل کی زبان کو اپنی زبان میں بیان کرنے والا ہی نہ رہا ۔ تو اب حسن و عشق کی باتیں بھی ختم سمجھو ۔ یعنی حسن و عشق کا چرچا بھی ختم ہو گیا +

۷ ۔ ناز ۔ فخر +

رشک ۔ دشمنی ۔ رقابت ۔ کسی آدمی کو بڑا دیکھ کر اُسے بغیر نقصان پہنچائے اُس جتنا بڑا بننے کی خواہش رشک ہے اور ”حسد“ کسی کو نقصان پہنچانے کی خواہش ۔ خواہ اُس میں خود کو نقصان ہو یا فائدہ +

رشک شیراز و اصفہان ۔ شیراز و اصفہان کی خاک سے بڑے بڑے شاعر پیدا ہوئے ہیں ۔ گویا وُہ سب غالب پر رشک کرتے تھے ۔ جیسے شیخ سعدی ۔ کمال اسمٰعیل +

غالب وُہ بڑا شاعر تھا ۔ کہ جس پر شیراز اور اصفہان کے شعرا بھی رشک کرتے تھے ۔ جب وہی نہ رہا ۔ تو اب ہندوستان والے کس پر فخر کریں گے +

۸ ۔ ملوک ۔ جمع ہے ملک کی بمعنی بادشاہ +

مدح خواں۔ تعریف کرنے والا ✦

غالب کے مرنے کے بادشاہوں کا نام بھی مٹ جائیگا۔ کیونکہ جب اُن کی تعریف کرنے والا ہی نہ رہا۔ تو ان کا نام کیسے زندہ رہ سکتا ہے ✦

۹۔ اب کوئی بھی غالب کا ہم پایہ نظر نہیں آتا۔ اب تو گویا دُنیا کا نقشہ ہی اور کا اور ہو گیا ہے۔ گویا اب نہ وہ زمین ہے اور نہ ہی وُہ آسمان ہے ✦

۱۰۔ مایہ دار۔ دولتمند ✦ سخن۔ شاعری ✦

اُٹھ جانا۔ مرجانا ✦

مدار۔ (ع) مذکر۔ گردش کی جگہ۔ دُھری۔ موقوف کیا گیا۔ انحصار حلقہ۔ قرار ✦

جب کہ وہی شخص مرگیا۔ جو کہ شاعری کی دولت کا رکھنے والا تھا۔ تو اب ہم شاعری کا مرکز کس کو ٹھہرائیں ✦

یعنی غالب شاعری کے ملک کا رہنما تھا اور شاعری کی دولت گویا اُسی کا سرمایہ تھی ✦

بند ۸

۱۔ مردِ کار۔ کام کا آدمی۔ مُراد وُہ ہر ایک کام کر سکتا تھا ✦

سازگار۔ موافق۔ مددگار۔ مبارک۔ راست ✦

کوئی ایسا کام نہ تھا۔ کہ جسے مرزا غالب نہ کر سکتے تھے۔ مگر کیا فائدہ جب کہ زمانہ اُن کے ساتھ موافق نہ تھا۔ یعنی زمانے نے اُن کے ساتھ

موافقت نہیں کی۔ اُنھیں ہزار ہا قسم کی تکلیفات برداشت کرنی پڑیں حالانکہ وُہ ہر کام میں ماہر تھے ٭

۲۔ حق گذار۔ حق ادا کرنے والا ٭

قدر دان۔ شکر گذار ٭

اُس نے تو شاعری کا حق اصلی معنوں میں اُدا کر دیا۔ مگر اُس کا کوئی قدر دان نہ ہُوا ٭

تشریح۔ یعنی میرزا غالبؔ نے تو ایسی شاعری کی جیسی کہ ایک شاعر کو کرنی چاہیئے۔ مگر اس کی قدر دانی اُس کے کام کے مُطابق نہیں ہوئی ٭

۳۔ صلہ۔ (ع) مذکر۔ انعام۔ تحفہ۔ بدلہ ٭

تحسین۔ تعریف ٭

بار۔ بوجھ۔ ناگوار ٭

اُس کا کلام کِسی کو ناگوار نہ گذرتا تھا۔ کیونکہ اُس کے شعر سب طرح سے پاک تھے۔ اُسے کِسی کو مجبور نہ کرنا پڑتا تھا۔ کہ اُس کے شعر کی تعریف کی جائے۔ جب وُہ کِسی کی مدح کرتا تھا۔ تو اُسے کِسی سے انعام کی خواہش نہیں ہوتی تھی۔ اس واسطے اُس کا کلام کسی کو ناگوار نہیں معلوم ہوتا تھا ٭

۴۔ نذر۔ (ع) مونث۔ فاتحہ۔ تحفہ ٭

سائل۔ سوالی۔ سوال کرنے والا۔ محتاج ٭

درخور۔ لائق و سزاوار اقتدار۔ (ع) مذکر۔ اختیار۔ طاقت ٭

ہمت۔ (مونث) ارادہ۔ عالی حوصلگی۔ جرأت۔ بہادری۔ توفیق ٭

گو اُس کی دولت اتنی نہیں تھی۔ جتنا کہ اُس کا حوصلہ تھا۔ لیکن پھر بھی اگر کوئی سوالی آ جاتا تھا۔ تو اُس کے لئے جان تک حاضر کر دیتا تھا ٭

۵۔ بہرہ ور۔ صاحب نصیب۔ فائدہ اُٹھانے والا ٭

دنیا کے ملک اور مال سے اُس نے کوئی فائدہ نہیں اُٹھایا اور زندگی پر بھی اُس کا کوئی اختیار نہ تھا۔ موت آئی اور لے کر چلتی بنی ٭

۶۔ خاکسار۔ (ف) مذکر۔ مٹی میں ملا ہُوا۔ عاجز ٭

خاکساری۔ مونث۔ عاجزی۔ غریبی ٭

انکسار۔ خاکساری۔ عاجزی ٭

جو لوگ عاجزی اور خاکساری سے پیش آتے تھے۔ وہ اُن کے ساتھ ویسا ہی جھک کر برتاؤ کرتا تھا۔ اور جو اُوپر سر اُٹھاتے ہوئے پیش آتے تھے یعنی مغروروں جیسا سلوک کرتے تھے۔ وہ اُنھیں جھک کر پیش نہیں آتا تھا بلکہ اینٹ کا جواب پتھر سے دیتا تھا ٭

۷۔ احباب۔ دوست ٭

گلہ۔ معمولی طور پر دوستانہ طریقے سے اظہار ناراضگی ٭

شکایت۔ کسی سے بدلہ یا معاوضہ لینے کی نیت سے پورے طور پر اظہار ناراضگی کرنا ٭

اعدا۔ دشمن۔ واحد عدُو ٭ غُبار۔ کدورت۔ دشمنی ٭

میرزا غالب نے کبھی (اگر دوست بھی جفا کر دیتے تھے) اپنی زبان دوستوں کے بارے میں اظہار ناراضگی کے لئے نہیں کھولی۔ یعنی اُنھوں نے دوستوں کی کوئی شکایت نہیں کی اور نہ ہی اس کے دل میں دشمنوں کے خلاف کوئی کپٹ تھا۔ یعنی اس مضمون کے قائل تھے سہ

آسائش درگیتی تفسیر ایں دو حرف است

با دوستاں تلطف با دشمناں مدارا

۸۔ بے ریائی۔ صاف باطنی ٭ زہد۔ مذکر۔ پرہیزگاری ٭

شِعار۔ دستور عادت ٭

اگرچہ وہ پرہیزگار نہیں تھا۔ یعنی اگرچہ اُس کا دستور (یا عادت) پرہیزگاری کا نہ تھا۔ مگر پرہیزگاری کے بدلے اُس نے اپنے باطن کو صاف کر لیا تھا ٭

مُراد گو ظاہرا طور پر وُہ شراب پیتا تھا۔ مگر باطن اُس کا صاف تھا وُہ مکر و فریب نہیں کرتا تھا ٭

۹۔ مست خراب۔ نشہ میں چُور چُور رہنے والا ٭

ہم یہ مانتے ہیں کہ وہ نشہ میں ہر وقت چُور رہتا تھا (مگر باتیں تو کھری کھری کرتا تھا) ایسے مست بھلا دنیا میں کہاں پیدا ہوتے ہیں ٭

یعنی ایسے شخص کم ہی دیکھنے میں آئیں گے۔ جو نشے میں مست رہتے ہوں اور پھر بلند پایہ کی باتیں کریں ٭

۱۰۔ مَظہر۔ (ع) مذکر۔ ظاہر ہونے کی جگہ۔ تماشاگاہ ٭

حُسنِ فِطرت۔ حُسن خداداد۔ قدرتی حُسن ٭

اُس کی صورت سے تو خدا کی شان ٹپکتی تھی اور آدمیت کے لفظ کے صحیح معنوں کی تفسیر تھا ٭

تشریح۔ آدمیت کے جو اصلی معنی ہیں اُسی کے لحاظ سے اس کے افعال و اقوال سرزد ہوتے تھے۔ یعنی وہ اصلی معنوں میں آدمی کہلانے کا مستحق تھا ٭

بند - ۹

۱ - زنداں - قید خانہ جیل +

گلستاں - وہ باغ جس میں پھول ہی پھول ہوں +

چونکہ آج باغ میں بلبل نظر نہیں آتا - اس واسطے یہ باغ قید خانہ نظر آرہا ہے +

تشریح - غالب کو ایک بلبل سے استعارہ کیا ہے اور دہلی کو باغ سے - اب چونکہ حضرتِ غالب ہی دہلی میں نہیں - اس واسطے یہ شہر قید خانہ سے بھی بدتر دکھائی دے رہا ہے - جیسے ایک شاعر فرماتے ہیں ؎

محلس میں رات اِک تیرے پرتوے بغیر
کیا شمع کیا پتنگ ، ہر ایک بے حضور تھا

۲ - بیت حزن - ماتم کدہ - بیت بمعنی گھر اور حزن بمعنی غم - وہ حجرہ جس میں حضرت یوسف کے گم ہو جانے کے بعد حضرت یعقوب رہتے تھے +

کنعان - وہ جگہ جہاں حضرت یوسف پیدا ہوئے تھے +

یوسف کے کنعان سے گم ہونے کی وجہ سے سارا شہر ماتم کدہ بنا ہوا ہے +

مراد جیسے حضرت یوسف کے گم ہونے سے اہل شہر سوگوار ہوئے تھے - اسی طرح غالب کے مرنے سے اہل دہلی سوگوار ہیں اور دہلی شہر ایک ماتم کدہ دکھائی دیتا ہے +

۳ - بے آئین - بدانتظامی +

فلاطون - یونان کا مشہور فلاسفر - سقراط کا شاگرد اور ارسطو کا اُستاد - یونان میں اُس نے اپنے مذہب کا سکول کھولا تھا - وہاں اپنے شاگردوں کو درس دیا کرتا تھا ؞

چونکہ یونان میں فلاطون نہیں رہا - اس واسطے ملک میں بدانتظامی پھیلی ہوئی ہے ؞

یعنی حضرت غالبؔ کا وہی درجہ ہے دہلی میں جیسا کہ یونان میں فلاطون کا تھا ؞

۴ - **شیرینی** - مٹھاس - حلاوت ؞ **رُمّان** - انار ؞

مٹھاس تو میرزا غالبؔ کی زبان پر تھی - سو وہ اب نہیں رہی - اب تم سیب اور انار میں مٹھاس کیسے پا سکتے ہو - اب حلاوت ڈھونڈنے کی کوئی ضرورت نہیں ؞

۵ - **حصر ہونا** - گھرنا - بند ہونا ؞ **عقیق** - مذکر - ایک سُرخ پتھر ؞ **مرجان** - مذکر - مونگا ؞

اب تم مونگے اور عقیق میں سُرخی کیا ڈھونڈتے ہو - رنگینی تو اُس کی زبان میں بند تھی - یعنی حضرت غالبؔ کی رنگین بیانی کے سامنے عقیق اور مرجان کی سُرخی کچھ وقعت نہیں رکھتی ؞

۶ - **جادُو بیان** - وہ شخص جس کا سخن جادُو کا سا اثر رکھتا ہو ؞ **وَا ہے** - کھُلا ہے - پھُول کو ہمہ تن کان لیا ہے ؞

جبکہ وہ بُلبُلِ ہند کہ جس کے جادو بیان ہونٹوں سے نالے نکلتے تھے نہ رہا - تو اب باغ میں پھُول کے کان کس کا نغمہ سُننے کے لئے کھُلے ہیں ؞

۷ - **گوش** - کان ؞ **معنی شنو** - معنی و مطلب سُننے والا ؞

گومعنی **شکو**۔ مُراد غالبؔ ۔ نعرہ زن ۔ فریاد کرنے والا ۔ آہ وزاری کرنے والا ؎

حقیقت کو سُننے والے کان اب بیکار ہو گئے ہیں ۔ تو پھر یہ بُلبل باغ میں کیوں چیخ پکار کر رہا ہے ؎

۸ ۔ بزم۔ محفل ؎ **شبستان** ۔ محفل ۔محل ؎

جب کہ میرزا غالبؔ ہی چلے گئے ۔جن کے دم سے رات کی محفل روشن ہو جاتی تھی ۔ اب بھلا محفل میں شمع کیوں جل رہی ہے ؎

۹ ۔ فروغ۔ روشنی ۔ رونق ؎

میرزا غالبؔ گویا رتن جوت تھے ۔جن کی وجہ سے آنکھوں کو روشنی حاصل ہوتی تھی۔جب وہی نہ رہے ۔تو اصفہان میں سُرمہ کیوں بنتا ہے۔ (اصفہان کا سُرمہ مشہُور ہے)؎

۱۰ ۔ **ماہ کامل** ۔پُورا چاند۔ بدر ؎ **ظلمت** ۔تاریکی ؎

آب حیواں ۔آب حیات ۔کہا جاتا ہے ۔کہ آب حیات کا سرچشمہ تاریکی میں ہے ؎

میرزا غالب کی موت کیا واقع ہُوئی ۔گویا چودھویں رات کا چاند گہن کی ظلمت میں چھُپ گیا ۔ یا آبِ حیات تاریکی میں آنکھوں سے غائب ہو گیا ؎

تشریح ۔علم کے لحاظ سے میرزا غالبؔ پُورے چاند کی مانند تھے۔ اور اُن کا کلام اثر میں آبِ حیات کا اثر رکھتا تھا ؎

بند - ۱۰

۱ - نام پانا - شہرت حاصل کرنا +
سکہ بٹھانا - حکومت قائم کرنا فتح کرنا +
اب ہندوستان میں شاعری کے لحاظ سے کون مشہور ہوگا اور شاعر کی حکومت کون قائم کریگا - جب، کہ وہ شاہِ سخن ہی نہ رہا +
۲ - قدر - عزت + سلف - اگلے گذشتہ +
ہم نے تو گذشتہ شعرا کی قدر غالب کی وجہ سے جانی تھی - اب، اُن کی قدر کس شاعر کے کلام سے کی جائے گی - یعنی اب کوئی ایسا شاعر ہی نہیں ہوگا - جو ہمیں باریکیاں سمجھائے - جس سے حضرت غالب کی قدر ہو - جیسے غالب نے ہمیں وُہ وُہ نکتے بتائے کہ ہمیں پہلے شاعروں کا کلام پڑھنے سے اُن کی قدر معلوم ہوگئی +
۳ - اُس کی ہستی وہ ہستی تھی - کہ ہم پہلے شعرا کو بھول گئے تھے - مطلب یعنی حضرت غالب میں سب صفات قدما کی موجود تھیں - اس لئے اُن کا کلام پڑھنے کے بعد اور کسی کا کلام پڑھنے کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی تھی، مگر اب اُن کے مرنے سے انکو کون بھول سکتا ہے - مُراد غالب ہمیشہ زندہ رہیں گے +
۴ - اب کونسا شاعر اُس کی جگہ حاصل کریگا جب کہ اُس کے علاوہ کسی کی گنجائش نہیں تھی +
تشریح - یعنی حضرت غالب کی عزت ہمارے دلوں اب جاگزیں ہوگئی تھی اور اس طریقے سے کہ اور کسی کی عزت کی گنجائش ہی نہیں تھی - تو پھر اب کون ہمارے دلوں کو مسخر کریگا

۵۔ ہم تو یہاں دِلّی میں اُس سے ملنے آئے تھے ۔ اب یہاں سے جانے کے بعد بھلا کون دِلّی آئیگا ۔ مُراد جب ہمارا دوست ہی نہ رہا۔ تو ہم نے یہاں دہلی میں آکر کیا کرنا ہے

۶۔ فہم سخن ۔ شاعری کو سمجھنے والا ❖

شعر و شاعری کا سمجھنے والا قدر دان تو مر گیا۔ اب ہمیں اچھے اچھے شعر کون سُنائیگا ❖

۷۔ تِشنہ ۔ پیاس ❖ مذاق ۔ قوتِ ذائقہ ۔ رغبت ۔ ہنسی ❖

کلام ۔ شعر و شاعری ❖

جبکہ کلام کے سُننے سُنانے کا پیاسا ہی مر گیا۔ تو اب ہمیں گھر سے بُلا کر کون اشعار سنائیگا ❖

۸۔ بساط ۔ بستر ۔ شطرنج کھیلنے کا کپڑا ۔ تختہ ❖

سخن ۔ شاعری ❖ شاطر ۔ شطرنج کھیلنے والا ❖

شعر و شاعری کی شطرنج پر اچھی اچھی چالیں بتانے والا ہی جب مر گیا۔ تو اب ہمیں اس شاعری کی شطرنج کی چالیں کون بتلائے گا ۔ مُراد شاعری کی شطرنج پر غالب سب سے اچھا کھلاڑی تھا ❖

۹۔ ناتمام ۔ اَدھورا ۔ ناتجربہ کار ❖

حالی ابھی شعر بنانے میں اَدھورا ہے (ابھی اُسے اُستاد کی ضرورت ہے) اب اُس کی غزل کون دُرست کریگا ❖

۱۰۔ اے حالی اب تُو رونا دھونا بند کر ۔ کیونکہ ابھی ہمیں اُس کے بارے میں بہت کچھ رونا ہے اور زمانے سے ہمیں بڑی شکایت ہے ❖

یعنی یہ رونا ہمیں ساری عمر کا پڑ گیا اور زمانے سے ہمیں یہ شکایت ہے کہ ابھی اس ماہِ کامل کو کچھ دیر مہلت بخشتا ۔ کہ ہم لوگ کچھ اُن کی صحبت سے فیض حاصل کر لیتے ❖

ختم شد